

# تدبير قرآن

٢٠

المؤمن

## بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

### ۱۔ سورہ کا عمود

گردپ کی پھلی سورتوں کی طرح اس سورہ کی بنیاد بھی توحید ہی پر ہے۔ قرآن کے دوسرے اصولی مطالب بھی اس میں زیر بحث آئے ہیں لیکن اصلاً نہیں بلکہ ضمناً توحید کے لوازم و مقتضیات کی حیثیت سے آئے ہیں۔ اس کا قرآنی نام حسم ہے اور یہی نام اس کے بعد کی چھ سورتوں کا بھی ہے۔ یہ ساتوں حوامیم کے نام سے مشہور ہیں اور اپنے ناموں کی طرح اپنے مطالب میں بھی مشترک ہیں۔ یہ تمام سورتیں دعوت کے اس دور سے تعلق رکھنے والی ہیں جب توحید و شرک کی بحث نے اتنی شدت اختیار کر لی تھی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر مکہ میں عرصہ حیات تنگ ہونے لگا تھا۔ ہجرت کی طرف ایک ہلکا سا اشارہ پھلی سورتوں میں بھی گزر چکا ہے۔ اب اس میں اور آگے کی سورتوں میں وقت کے یہ حالات بالتدریج نمایاں ہوتے جائیں گے اور ان کے تقاضے سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا وعدہ نصرت و حمایت بھی بالکل واضح ہوتا جلے گا۔ جو مسلمان اس وقت حالات سے نبرد آزما تھے ان کی اس میں حوصلہ افزائی کی گئی ہے، جو خطرات میں تھے ان کو تسلی دی گئی ہے اور جو دعوت کے ساتھ ہمدردی رکھنے کے باوجود کسی مصلحت سے، اب تک کھل کر اس کی حمایت کے لیے میدان میں نہیں اترے تھے ان کو یہ رہنمائی دی گئی ہے کہ مصلحتوں سے بے پروا ہو کر وہ کلمہ حق کی سر بلندی کے لیے اٹھ کھڑے ہوں، اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہوگا۔

### ب۔ سورہ کے مطالب کا تجزیہ

(۱-۶) اس کتاب کی تنزیل اس خدا کی طرف سے ہے جو غالب و مقتدر بھی ہے اور علیم بھی۔ گناہوں کو بخشنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا بھی ہے اور سخت پاداش والا اور صاحب قدرت و اختیار بھی۔ اس کے سوا کوئی مجبور نہیں ہے اسی کی طرف سب کا لوٹنا اور اسی کے آگے سب کو پیش ہونا ہے۔ اس قرآن کی مخالفت میں کج بخشی دہی لوگ کر رہے ہیں جو جزا و سزا کے منکر ہیں۔ اس وقت اس ملک میں یہ لوگ جو دنڈا رہے ہیں اس سے کسی کو غلط فہمی نہ ہو۔ ان سے پہلے جو ترمیم گزر چکی ہیں ان کا تاریخ سبق آموزی کے لیے کافی ہے۔ ان ترمیموں نے بھی اسی طرح اپنی کج بختیوں سے حق

کو پسپا کرنے اور رسولوں کو شکست دینے کی کوشش کی لیکن قبل اس کے کہ وہ اللہ کے رسول پر ہاتھ ڈالیں ان کو عذاب نے آپکڑا۔ اسی طرح ان متمردين پر بھی اللہ کا قانون عذاب صادق ہو چکا ہے اور یہ اپنے طغیان و فساد کا پاداش میں جہنم کا ایندھن بننے والے ہیں۔

(۴ - ۹) جو رگ فرشتوں کی سفارش کے بل پر خدا اور اس کے روز جزا سے بے پروا بیٹھے ہیں ان کو معلوم ہونا چاہیے کہ خدا کے مقرب فرشتے خدا کے باغیوں کے سفارشی نہیں ہیں بلکہ وہ ہر وقت خدا کی حمد و تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔ وہ اللہ پر ایمان رکھتے اور ان اہل ایمان کے لیے برابر استغفار کرتے رہتے ہیں جو اپنی گمراہیوں سے توبہ کر کے خدا کے راستہ کی پیروی کریں۔

(۱۰ - ۱۲) قیامت کے دن مشرکین جس طرح اپنے جرم کا اقرار اور خدا سے فریاد کریں گے اور ان کی فریاد کے جواب میں خدا کی طرف سے ان پر جو پھٹکار ہوگی، اس کی طرف اجمالی اشارہ۔

(۱۳ - ۲۰) تمام رحمت اور نعمت اللہ ہی کے اختیار میں ہے اس وجہ سے بندگی اور اطاعت کا حق دار وہی ہے۔ وہ بہت بلند رتبہ اور عالی مقام ہے۔ اس کے بھیدوں سے کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ قیامت کے دن تنہا وہی مالک ہوگا اور مشرکوں کی سفارشی کوئی نہیں کر سکے گا۔

(۲۱ - ۲۲) تاریخ کی شہادت کہ جن قوموں نے توحید کی دعوت دینے والے رسولوں کو جھٹلایا ان پر اللہ کا عذاب آیا اور جب ان پر عذاب آیا تو ان کے مرمومہ مشرکوں کا ان کے کچھ کام نہ آسکے۔ قریش کو تہنیت کہ یہی حشر تھا را بھی ہونا ہے اگر تم نے انہی کی روش اختیار کی۔

(۲۳ - ۵۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی سرگزشت کا ایک خاص حصہ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے صحابہ اور قریش کو مندرجہ ذیل امور کی یاد دہانی کی گئی ہے۔

- قریش کو یہ تہنیت کہ قوت و صولت میں فرعون اور اس کی قوم کے لوگ تم سے کہیں بڑھ چڑھ کرتے، لیکن جب حضرت موسیٰ کی تکذیب کی پاداش میں ان پر عذاب آیا تو کوئی چیز بھی ان کے کام آنے والی نہ بن سکی۔
- نبی اور آپ کے صحابہ کو یہ یاد دہانی کہ دعوتِ حق کے مخالفین کے ہاتھوں جو آزمائشیں پیش آرہی ہیں، صبر و عزیمت کے ساتھ، ان کو برداشت کرو۔ اگر تم اپنے موقفِ حق پر ڈٹے رہے تو بالآخر کامیابی تمہی کو حاصل ہوگی۔
- اس سرگزشت کے ذیل میں خاندانِ فرعون کے ایک مرد مومن کا کردار بھی بیان ہوا ہے، جو قریش کے لیڈروں کے لیے بھی نہایت سبق آموز ہے اور ان لوگوں کے لیے بھی نہایت ہمت افزا ہے جو دعوتِ حق سے ہمدردی رکھنے کے باوجود اب تک اس کے اظہار و اعلان میں ہچکچا رہے تھے۔

(۵۶ - ۸۵) توحید اور قیامت کے آفاقی و انفسی دلائل کا حوالہ۔ قریش کو نہایت کھلے الفاظ میں انذار اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ سے نہایت قطعی الفاظ میں فتح و نصرت کا وعدہ۔

# سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ (٢٠)

مَكِّيَّةٌ ١٥ آيات : ٨٥

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمَّ ١ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ٢ غَافِرِ  
 الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ لِآلِهَةٍ  
 إِلَّا هُوَ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ٣ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ  
 كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ٤ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ  
 نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ  
 لِيَأْخُذُوا وَجَدُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتَهُمْ  
 فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ٥ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى  
 الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ٦ الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ  
 وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ  
 لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ  
 لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ٧  
 رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتِ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ  
 مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ٨

وقف النبي  
صلى الله عليه وسلم  
وقف لازم

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ  
 وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ٩ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنَادُونَ لَمَقَّتْ  
 اللَّهُ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ  
 فَتَكْفُرُونَ ١٠ قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ  
 فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا فَهَلْ إِلَى خُرُوجٍ مِنْ سَبِيلٍ ١١ ذِكْرُكُمْ  
 يَأْتِيهِ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ كَفَرْتُمْ وَإِنْ يُشْرَكَ بِهِ تُؤْمِنُوا  
 فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ١٢ هُوَ الَّذِي يُرِيكُمُ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ  
 لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ١٣ فَادْعُوا  
 اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ١٤ رَفِيعُ  
 الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ  
 مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ١٥ يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ لَا  
 يَخْفَى عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ  
 الْقَهَّارِ ١٦ الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ  
 إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ١٧ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ  
 إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاطِمِينَ مَالِ الظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ  
 وَلَا شَفِيعَ يُطَاعُ ١٨ يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ ١٩  
 وَاللَّهُ يَقْضِي بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ  
 بِشَيْءٍ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ٢٠ أَوَلَمْ يَسِيرُوا

فِي الْأَرْضِ يُنظَرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ  
 كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مَهُم قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ  
 بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ۝۲۱ ذَلِكِ يَأْتِيهِمْ  
 كَأَن تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِرَأْسِهِ  
 قُوَّةً شَدِيدًا الْعِقَابِ ۝۲۲

ترجمہ آیات  
 ۲۲-۱

یہ ختم ہے۔ اس کتاب کی تنزیل خدائے عزیز و علیم کی طرف سے ہے، جو  
 گناہوں کو بخشنے والا، توبہ کو قبول کرنے والا، سخت پاداش اور بڑی قدرت والا ہے۔  
 اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ ۱-۲  
 اللہ کی ان آیات میں وہی لوگ کج بختیاں کر رہے ہیں جو جزا کے منکر ہیں۔ تو  
 ملک میں ان کا دندنانا تمہیں کسی مغالطہ میں نہ ڈالے۔ ان سے پہلے نوح کی قوم نے تکذیب  
 کی اور ان کے بعد کے گروہوں نے بھی اور ہر امت نے اپنے رسول پر ہاتھ ڈالنے کا ارادہ  
 کیا اور باطل کے ذریعہ سے کج بختیاں کیں تاکہ اس سے حق کو لپکا کر دیں تو میں نے ان  
 کو دھریا تو دیکھو میرا عذاب کیسا ہوا! اور اسی طرح تیرے رب کی بات ان لوگوں پر پوری  
 ہو چکی ہے جنہوں نے کفر کیا ہے۔ یہ لوگ دوزخ میں پڑنے والے ہیں۔ ۲-۶  
 جو عرش کو اٹھائے ہوئے اور جو اس کے ارد گرد ہیں وہ اپنے رب کی تسبیح کرتے  
 رہتے ہیں، اس کی حمد کے ساتھ، اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور ان لوگوں کے لیے  
 استغفار کرتے رہتے ہیں جو ایمان لائے ہیں۔ اے پہلے رب، تیری رحمت اور تیرا علم ہر  
 چیز کا احاطہ کیے ہو گئے تو ان لوگوں کی مغفرت فرما جو توبہ کریں اور تیرے راستہ کی

پیروی کریں اور ان کو عذاب جہنم سے بچا۔ اور اے ہمارے رب! ان کو ہمیشگی کے ان باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ کیا ہے۔ اور ان کو بھی جو ان کے آباء اور اندراج و ذریعات میں سے جنت کے لائق ٹھہریں۔ بے شک عزیز و حکیم تو ہی ہے۔ اور ان کو بُرے نتائج اعمال سے بچا اور جن کو تو نے اس دن بُرے نتائج سے بچایا تو وہی ہیں جن پر تو نے رحم فرمایا۔ اور یہی درحقیقت بڑی کامیابی ہے۔ ۷-۹

اور جنہوں نے کفر کیا ان کو نادی کی جائے گی کہ خدا کی بیزاری تم سے اس کی نسبت سے کہیں زیادہ رہی ہے جتنی تم کو اس وقت اپنے سے ہے جب کہ تم کو ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم کفر کرتے تھے۔ وہ کہیں گے، اے ہمارے رب! تو نے ہم کو دوبار موت دی اور دوبار زندگی دی تو ہم نے اپنے گنہوں کا اقرار کر لیا تو کیا یہاں سے نکلنے کی بھی کوئی سبیل ہے! یہ انجام تمہارے سامنے اس دیر سے آیا کہ جب اللہ واحد کی دعوت دی جاتی تو تم اس کا انکار کرتے اور اگر اس کے شریک ٹھہرائے جاتے تو تم مانتے۔ تو اب فیصلہ خدائے بلند عظیم ہی کے اختیار میں ہے۔ ۱۰-۱۲

وہی ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا اور تمہارے لیے آسمان سے نزل اتارتا ہے۔ اور یاد دہانی نہیں حاصل کرتے مگر وہی جو متوجہ ہونے والے ہیں۔ تو اللہ ہی کو لپکارو اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ، کافروں کے علی الرغم۔ وہ بلند درجوں والا اور عرش کا مالک ہے۔ وہ ڈالتا ہے روح، جو اس کے امر میں ہے، اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے تاکہ وہ لوگوں کو روز ملاقات سے آگاہ کر دے۔ جس دن وہ خدا کے آگے بالکل بے نقاب ہوں گے ان کی کوئی چیز بھی خدا سے مخفی نہیں ہوگی۔ آج کی بادشاہی کس کے اختیار میں ہے!

خداوند واحد و قہار کے اختیار میں! آج ہر جان کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔ آج کوئی ظلم نہیں ہوگا۔ بے شک اللہ جلد حساب چکا دینے والا ہے۔ ۱۳-۱۷

اور ان کو قریب آگنے والی آنت سے ڈرا جب کہ دل حلق میں آچنسیں گے اور وہ غم سے گھٹے ہوئے ہوں گے۔ اس دن ظالموں کا نہ کوئی ہمد ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی بات سنی جائے۔ وہ تنگاہوں کی چوری بھی جانتا ہے اور ان بھیدوں کو بھی جو سینے چھپائے ہوئے ہیں۔ اور اللہ عدل کے ساتھ فیصلہ کرے گا اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کا بھی فیصلہ نہیں کریں گے۔ اللہ ہی سننے والا دیکھنے والا ہے۔ ۱۸-۲۰

کیا یہ لوگ زمین میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں! وہ ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے قوت میں بھی اور ان آثار کے اعتبار سے بھی جو انھوں نے زمین میں چھوڑے۔ پس اللہ نے ان کے گناہوں کی پاداش میں ان کو پکڑا اور کوئی ان کو اللہ کی پکڑ سے بچانے والا نہ بنا۔ یہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس ان کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر آتے تھے تو انھوں نے انکار کیا پس اللہ نے ان کو پکڑ لیا، بے شک وہ طاقتور اور سخت پاداش والا ہے۔ ۲۱-۲۲

## ۱۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

لَحْمٌ مِّنْ تَنْزِيلِ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ه عَاقِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ  
شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ لِلَّهِ الْآلَاءُ هُوَ الْيُسْرُ إِلَى الْمَصِيدِ (۱-۳)

’لحم‘ اس سورہ کا قرآنی نام ہے۔ حروف مقطعات پر مفصل بحث سورہ بقرہ کے شروع میں گزرے۔ تمام حوام نام چکی ہے۔ بس اتنی بات یہاں یاد رکھیے کہ یہ سورہ اور اس کے بعد کی تمام کئی سورتیں، جو اس گروپ میں شامل کا طرح مزاج میں ہیں، سب اسی نام سے موسوم بھی ہیں اور سب کا مزاج بھی بالکل یکساں ہے۔



مناہین پر  
استان اور  
ان کو تنبیہ

رَتَّنَزِيلٌ مُّكْتَبٌ ..... الْآيَةُ؛ یہ قرآن کے منافقین پر اتقان بھی ہے اور ان کو تنبیہ بھی۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کتاب نہایت اہتمام سے جو اتاری ہے تو اس لیے اتاری ہے کہ لوگ اس کی تہ کریں، اس سے ہدایت حاصل کریں اور اپنے رب کے اس اہتمام کے شکر گزار ہوں جو ان کی ہدایت کے لیے اس نے کیا ورنہ یا درکھیں کہ جس نے یہ کتاب اتاری ہے وہ 'عزیز' بھی ہے اور علیم بھی۔ 'عزیز' ہے اس وجہ سے وہ ہر چیز پر قدرت و اختیار رکھتا ہے۔ وہ مخالفت کرنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں میں ہر نرا دے سکتا ہے اور کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں بن سکتا۔ 'عزیز' ہونے کے ساتھ ساتھ وہ علیم بھی ہے اس وجہ سے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کتاب کی تنزیل سے جو کشمکش برپا ہوئی ہے وہ کس مرحلہ میں ہے، اس کے پیش کرنے والوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے اور اس کی مخالفت کرنے میں جو لوگ پیش پیش ہیں ان کے ارادے کیا ہیں، وہ کہاں تک پہنچ چکے ہیں اور کب ان کا ہاتھ پکڑا جانا ضروری ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ کسی سائل کی درخواست نہیں ہے بلکہ خدائے عزیز و علیم کا اتارا ہوا صحیفہ ہدایت ہے اس وجہ سے اس کی موافقت بھی بڑی اہمیت رکھنے والی بات ہے اور اس کی مخالفت کے نتائج بھی نہایت سنگین اور ڈورس ہیں۔

عَافِيَا لَدُنِّيكَ وَتَقَابِلِي الشُّوْبَ شَدِيدًا الْعِقَابِ ذِي الطُّوْلِ - الْآيَةُ - یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مزید صفات بیان فرمائیں کہ وہ گناہوں کو بخشنے والا اور توبہ کو قبول کرنے والا بھی ہے اور سخت پاداش والا اور بڑی قدرت والا بھی۔ 'طُول' کے معنی فضل، غنی، قدرت اور بخشش کے ہیں۔ یہاں تقابل کے اصول کو پیش نظر رکھ کر میں نے قدرت کے معنی کو ترجیح دی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں قسم کی صفات سے متصف اور دونوں طرح کے اختیارات کا مالک ہے تو اس کتاب کی تنزیل کے بعد ہر شخص کے لیے راہ کھلی ہوئی ہے کہ وہ یا تو اس کو قبول کر کے خدا کی رحمت و مغفرت کا امیدوار بن جائے یا اس کی مخالفت کر کے اس کے عذاب اور اس کی قدرت کی شان کے ظہور کا انتظار کرے۔

لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ طَائِفَةٌ أَلِيَّةٌ أَلِيَّةٌ أَلِيَّةٌ - یعنی اگر کسی کو یہ غلط فہمی ہو کہ خدا کے سوا کوئی اور معبود بھی ہے تو وہ اپنی اس غلط فہمی کی اصلاح کر لے۔ خدا کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ قیامت کے دن سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے اور سب کے معاملات کا فیصلہ وہی فرمائے گا، نہ کسی اور کی طرف لوٹنا ہوگا نہ کوئی اور خدا کے اذن کے بغیر کسی کے لیے سفارش کر سکے گا۔

مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَا يَغْفِرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي السَّلَاةِ (۴)  
آیت اللہ سے مراد اس کتاب کی آیات ہیں جس کی تنزیل کا ذکر اوپر آیت ۲ میں ہوا ہے۔ یہاں اس کو آیت اللہ سے تعبیر کر کے اس کے دلیل و محبت ہونے کے پہلو کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔

’الَّذِينَ كَفَرُوا‘ سے یہاں وہ لوگ مراد ہیں جو اس عذاب کے منکر تھے جس سے قرآن آگاہ کر رہا تھا۔ قرآن میں جگہ جگہ یہ بات گزر چکی ہے کہ اللہ کے رسولوں نے جب اپنی قوموں کو خدا کے عذاب سے ڈرایا تو انھوں نے اس کو بالکل جھوٹ جانا اور اپنی دنیوی کامیابیوں کو دلیل بنا کر رسول کے اس انذار کی تکذیب کی اور اس کا مذاق اڑایا۔

اس آیت میں اسی چیز کی طرف اشارہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے واسطے سے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ آج قرآن کی مخالفت میں جو کچھ بحثیاں کر رہے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جو اس کے انذار عذاب کے منکر ہیں۔ ان کے کبر پر یہ چیز بہت شاق گزر رہی ہے کہ انھوں نے اس کتاب اور اس کے لانے والے کا انکار کیا تو ان پر کوئی عذاب آجائے گا۔ وہ یہ بات اپنی رعوت کے سبب سے ماننی نہیں چاہتے اور ظاہری حالات کے اعتبار سے وہ اپنے کو کامیاب و خوش حال دیکھ رہے ہیں اس وجہ سے وہ اس کا مذاق اڑاتے ہیں لیکن ان کی موجودہ خوش حالی سے کسی کو مغالطہ نہ ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کتنی ہی قوموں کو عین ان کے دورِ عروج و اقبال میں پکڑ لیا اور وہ اس کی پکڑ سے اپنے کو سچا نہ سکیں۔

’فَلَا يَعُودُ لَكَ قَلْبُهُمْ فِي الْبِلَادِ‘ میں خطاب اگرچہ ظاہر الفاظ کے اعتبار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن اس میں جو زبرد عتاب ہے اس کا رخ قریش کے منکرین کی طرف ہے جو اپنے اقتدار اور اپنی سیادت و امارت کے گھمنڈ میں یہ بات سمجھنے سے قاصر تھے کہ ان پر کوئی عذاب آنے والا ہے۔ وہ قرآن کی بار بار کی تنبیہ پر حیران تھے کہ بھلا ان پر عذاب کیوں اور کدھر سے آئے گا!

’تَقَدَّرَ‘ کے معنی چلت پھرت اور آزادانہ آمد و شد کے ہیں۔ موقع و محل سے اس کے اندر غرور و تکبر کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ ترجمہ میں اس کا لحاظ رکھنے کی میں نے کوشش کی ہے۔

كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ مَا وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ لِيَأْخُذُوا وَجَاهًا ذُلًا بِالْبَاطِلِ لِيُذْخِصُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتَهُمْ فَنَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ (۵)

یہ اوپر والی بات ’فَلَا يَعُودُ لَكَ قَلْبُهُمْ فِي الْبِلَادِ‘ کی دلیل تاریخ سے پیش کی گئی ہے کہ ان سے (قریش سے) پہلے قوم نوح اور ان کے بعد آنے والی قوموں (اشاہ عادی و ثمود وغیرہ کی طرف ہے) نے بھی اسی طرح اپنے رسولوں کی تکذیب کی اور ہر قوم نے اپنے رسول کو پکڑ لینا چاہا اور اپنی کٹ جھتیوں سے اس کے حق کو پسپا کرنے کی کوشش کی لیکن قبل اس کے کہ وہ رسول پر ہاتھ ڈالیں اللہ نے انہیں کو پکڑ لیا، پھر دیکھو کہ خدا نے ان کے عمل کی پاداش میں ان کو کیسا سخت پکڑا! اور اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ’شَيْدُ الْعِقَابِ‘ جو بیان فرمائی ہے یہ اس کی شہادت پیش کی گئی ہے اور عذاب کے لیے لفظ عقاب جو یہاں آیا ہے اس سے مقصود اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح کے مرتدین پر جو عذاب بھیجتا ہے

وہ ان کے اعمال کا قدرتی رد عمل بننا ہے۔ وہ ہرگز ان کے اوپر کوئی ظلم نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے ان کے انجام سے عبرت تو پکڑنی چاہیے لیکن وہ ہمدردی کے مستحق ہرگز نہیں ہوتے۔

اس آیت سے یہ اشارہ لگانا ہے کہ یہ سورہ اس دور میں نازل ہوئی ہے جب قریش کے لیڈر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہاتھ ڈالنے کے لیے مشورے کرنے لگے تھے۔ قرآن نے ان کو آگاہی دے دی کہ اگر وہ اس قسم کا کوئی اقدام کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس کے نتائج پر دو رتک نگاہ ڈالیں! اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے لیے جو تسلی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

قریش کو  
ایک برکت  
تنبیہ

وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَاتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّهُمْ أَصْحَابُ الْمُنَارِ (۶)

’کَلِمَاتُ رَبِّ‘ سے وہی کلمۃ اللہ ذاب مراد ہے جس کا ذکر سورہ زمر کی آیت ۱۷ میں گزر چکا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا وہ کئی فیصلہ جس سے اس نے اہلسن کے چیلنج کے جواب میں آگاہ فرما دیا تھا کہ جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر شیطان کی پیروی کریں گے، اللہ ان سب کو جہنم میں بھر دے گا۔ فرمایا کہ تیرے رب کا یہ فیصلہ جس طرح پھلی قوموں پر صادق آیا اسی طرح ان کا فرد (کفار قریش) پر بھی صادق آچکا ہے اور یہ بھی انہی کی طرح جہنم میں پڑنے والے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنا فرض انجام دو۔ ان کے لیے جو انجام مقدر ہو چکا ہے یہ اس سے دوچار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا عذاب چونکہ جہنم کا دیباچہ ہے اس وجہ سے عذاب کو تعبیر جہنم سے کیا۔

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ رَبَّنَا وَأَدْخِلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَأَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَمْسَسْهَا فَعَنْدَ رَحْمَتِهِ وَذَلِكَ هُوَ نَعْوَانَا لِعَظِيمٍ (۷-۹)

اب یہ فرمایا کہ اگر ان لوگوں کو فرشتوں کی سفارش اور ان کی مدد پر بھروسہ ہے اور ان کے بل پر یہ پیغمبر کے انذار کی تکذیب کر رہے ہیں تو ان کا حال یہ لوگ کان کھول کر سن لیں کہ عام فرشتے تو درکنار خدا کے جو خاص مقرب فرشتے ہیں یعنی حاملین عرش اور ان کے زمرہ سے تعلق رکھنے والے، وہ بھی برابر خدا کی خشیت سے لرزاں و ترساں اور اس کی حمد و تسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔

فرشتوں کی  
خشیت کی  
دناحت

’وَيُؤْمِنُونَ بِهِ‘ وہ الوہیت کے کسی زعم میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ خدا کے بندوں کی طرح اس پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا اور ان لوگوں کے لیے جو خدا پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ برابر

استغفار کرتے رہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دنیا اور آخرت دونوں کے عذاب سے محفوظ رکھے۔ گویا یہی استغفار ان کی سفارش ہے اور یہ اہل ایمان کے لیے مخصوص ہے۔

فرشتوں کی اس خشیت اور اہل ایمان کے لیے ان کے استغفار کا ذکر سابق سورہ کی آخری آیت میں بھی گزر چکا ہے اور سورہ شوریٰ میں بھی بدیں الفاظ آیا ہے۔

تَكَادُ السَّمَوَاتُ يَنْفَطِرْنَ مِنْ  
قُوِّهِنَّ وَالْمَلَائِكَةُ يَسْتَبِحُونَ بِحَمْدِ  
رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي  
الْأَرْضِ ..... (الشوریٰ: ۵)

اور خدا کی خشیت و جلال سے قریب ہے کہ  
آسمان اپنے اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے رب  
کی اس کی حمد کے ساتھ تسبیح اور زمین والوں کے لیے استغفار  
کرتے رہتے ہیں۔

فرشتوں کی اس خشیت کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ جن لوگوں نے ان کی نسبت یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ خدا کے اتنے چہیتے اور اس پر اتنا زور و اثر رکھنے والے ہیں کہ اپنے پیجاہوں پر وہ کسی حال میں بھی خدا کو ہاتھ ڈالنے نہیں دیں گے وہ اس حقیقت سے باخبر ہو جائیں کہ فرشتے اس قسم کے کسی زعم میں مبتلا نہیں ہیں بلکہ وہ ہر وقت خدا کے آگے سر فگندہ اور اس کے قہر و غضب سے پناہ مانگتے رہنے والے ہیں۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا  
سَبِيلَكَ وَتَهُمُ عَذَابَ الْجَحِيمِ؛ یہ فرشتوں کا استغفار کی وضاحت ہے کہ وہ کوئی بات اپنے  
رب سے ناز و تدلل کے ساتھ نہیں کرتے بلکہ وہ معاملہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کے علم ہی کے  
حوالہ کرتے ہیں کہ تیری رحمت بھی ہر چیز پر حاوی ہے اور تیرا علم بھی ہر چیز کو محیط ہے اس وجہ سے تو  
ہر ایک کے ساتھ وہی معاملہ کرے گا جو تیری رحمت اور علم کے تقاضوں کے مطابق ہوگا۔ اس عقیدے  
کے ساتھ وہ ان لوگوں کے لیے مغفرت کی درخواست کرتے ہیں جو اپنی غلطیوں سے توبہ کر لیں اور ان کی اصلاح  
کر کے اللہ کے رستہ کے پیرو بن جائیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتے دعا اور سفارش تو برابر کرتے رہتے ہیں  
لیکن ان کی دعا اور سفارش ان لوگوں کے لیے ہے جو اپنی جاہلیت کی بد عقیدگی و بد عملی سے توبہ کر کے  
اللہ کے رستہ کے پیرو بن جائیں نہ کہ ان لوگوں کے لیے جو اس کے رسول اور اس کے دین  
کے دشمن ہیں۔

رَبَّنَا ادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمِنْ صَلَاحٍ مِنْ أَبَائِهِمْ وَازْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَنِيُّ  
الْعَلِيمُ۔ یہ اسی استغفار کی مزید تفصیل ہے کہ وہ ان لوگوں کے لیے جنت کی دعا کرتے ہیں جو توبہ اور اصلاح  
کر کے اس کا حق پیدا کر لیتے ہیں اور جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ نیز وہ ان کے  
آباء، ازواج اور ذریعات میں سے بھی صرف ان لوگوں کے لیے دعا کرتے ہیں جو توبہ و اصلاح سے

فرشتے اس حقیقت  
سے واقف ہیں کہ  
جنت توبہ اور  
اصلاح سے حاصل  
ہوگی

اس کے لیے استحقاق پیدا کر لیں۔ مطلب یہ ہے کہ فرشتے اس حقیقت سے اچھی طرح واقف ہیں کہ مجھ کو کسی کے طفیل اور کسی کے نسب و خاندان کی بنا پر کسی کو جنت حاصل ہونے والی نہیں ہے بلکہ جس کو بھی حاصل ہوگی اس کے استحقاق اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے حاصل ہوگی۔

رَأَيْتَ أَنْتَ الْعِزُّونَ الْحَكِيمُ، یہ بعینہ وہی کلمہ شفاعت ہے جو مادہ کی آیت، ۲۰ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے نقل ہوا ہے۔ وہاں اس کی وضاحت ہو چکی ہے۔ یہ تفویض الی اللہ کا کلمہ ہے یعنی تو جو چاہے کر سکتا ہے لیکن ساتھ ہی تو حکیم بھی ہے اس وجہ سے وہی کرے گا جو عدل و حکمت پر مبنی ہوگا۔ فرشتوں کا یہی استغفار و حقیقت اہل زمین کے لیے سفارش ہے اور اس کی نوعیت یہی ہے جو قرآن نے بیان فرمائی ہے نہ کہ وہ جو جاہلوں نے سمجھی ہے۔

وَقِهِمُ السَّيِّئَاتِ ۗ وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتُمْ ۗ وَذَلِكُمْ هُوَ الْعَفْوَ الْعَظِيمُ۔ لفظ سَيِّئَاتِ یہاں تاج سَيِّئَاتِ کے معنی میں ہے۔ عمل اور تہجد کے لزوم کو ظاہر کرنے کے لیے بعض اوقات فعل تَبِجُ فعل کے مفہوم میں بولتے ہیں یعنی فرشتے اہل ایمان کے لیے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے رب، تو ان کو بدیوں کے تاج سے محفوظ رکھ۔ یعنی ان کے گناہوں کو جھاڑ دے کہ وہ ان کے شر سے محفوظ رہیں۔

وَمَنْ تَقِ السَّيِّئَاتِ..... الآية، فرشتوں کے اس فقرے سے روز حساب و کتاب کی ہولناکی کا اندازہ ہو رہا ہے کہ ان کی نگاہوں میں اصلی خوش قسمت وہ ہے جس کو اللہ نے اس دن اس کے گناہوں کے تاج سے محفوظ رکھا۔ ان کے نزدیک سب سے بڑی کامیابی یہی ہے اور اصل خوش بخت وہی ہے جس نے یکایک اپنی حاصل کی۔

فرشتوں کے اس استغفار کے بیان سے مقصود، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، یہ واضح کرنا ہے کہ فرشتے اہل زمین کے لیے سفارش تو ہر وقت کر رہے ہیں لیکن ان کی سفارش کی نوعیت یہ ہے جو بیان ہوئی ہے نہ کہ وہ جس کے بل پر لوگ آخرت سے نجات بیٹھے ہیں اور جب ان کو اصل حقیقت کی یاد دہانی کی جاتی ہے تو مناظرہ و مجاہدہ کے لیے آستینیں چڑھایے جاتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَسْأَلُونَ لِمَقْتُ اللَّهِ أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْتُمْ إِنْ تَدْعُونَ رَأِي إِلَىٰ الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ (۱۰)

یعنی یہ لوگ تو ایمان لگائے بیٹھے ہیں کہ ان کے سفارشی ان کو اللہ کے ہاں اونچے سے اونچے درجے دلوائیں گے لیکن وہاں ان کو نادمی کے ذریعہ سے یہ آگاہی دی جائے گی کہ آج جتنا غم و غصہ تم کو اپنی بد بختی و محرومی اور اپنے لیڈروں کی کج اندیشی و ضلالت پر ہے اس سے زیادہ تمہارے حال پر غصہ و غضب خدا کو اس وقت تھا جب کہ تم کو رسول کے ذریعہ سے ایمان کی دعوت دی جاتی تھی اور تم نہایت رعوت کے ساتھ دعوت کو

اصل صورت حال جس سے جھوٹی شفاعت پر تکیہ کرنے والوں کو سابقہ پیش آئے گا۔



هُوَ الَّذِي يُرِيكُم آيَاتِهِ وَيُنَزِّل لَكُم مِّنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا  
مَنْ يُذُنِبُ (۱۳)

رحمت اور عذاب یعنی رحمت اور نعمت دونوں خدا ہی کے اختیار میں ہے۔ اس وجہ سے ڈرنا بھی اسی سے چاہیے اور  
دونوں خدا ہی امید بھی اسی سے رکھنی چاہیے۔ وہ اپنی ان دونوں شانوں کا برابر مشاہدہ کرنا رہتا ہے۔ وہی آسمان  
کے اختیار میں ہے۔ رعد و برق اور صاعقہ کا بھی مشاہدہ کرتا رہتا ہے اور وہی بارش بھی نازل کرتا ہے جو زمین کے تمام رزق  
فصل کے دروازے کھولتی ہے۔ یہ اس بات کا صاف ثبوت ہے کہ آسمان اور زمین دونوں ایک ہی خدا کے  
تصرف میں ہیں اور اس کے ہاتھ میں صاعقہ عذاب بھی ہے اور رزق و فضل کے نازل کرنے بھی۔

تشیخوں سے دَعَا يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُذُنِبُ یعنی خدا کی یہ شانیں لوگوں کو تعلیم و تذکیر کے لیے ظاہر تو برابر ہوتی رہتی  
فائدہ اٹھانے میں لیکن اس سے فائدہ اٹھانے کا انحصار اس بات پر ہے کہ آدمی کے اندر متوجہ ہونے اور سوچنے سمجھنے  
کے لیے اسلئے کا ارادہ پایا جاتا ہو۔ اگر اپنی خواہشوں کے پیچھے کوئی ایسا اندھا بن جائے کہ ان سے ہٹ کر کسی اور چیز کی  
توجہ ہے طرف دیکھنے اور اس سے عبرت و نصیحت حاصل کرنے کا کوئی حوصلہ اس کے اندر پایا ہی نہ جاتا ہو تو ایسے  
شخص کی آنکھیں کوئی بڑی سے بڑی نشانی بھی نہیں کھول سکتی۔

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (۱۴)

اہل ایمان کو یہ خطاب مسلمانوں سے ہے۔ فرمایا کہ اگر یہ مشرکین آنکھیں کھولنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور تمہاری دعوت  
توحید سے یہ چڑتے اور تم سے لڑتے ہیں تو اب ان کی کوئی پروا نہ کرو بلکہ ان کے علی الرغم تم اپنے رب ہی کو  
بلا شرکت غیرے پکارو اور خالص اطاعت کے ساتھ اسی کی بندگی کرو۔

رَبِّنَّعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ  
يَسْتَدْرِكُ يَوْمَ السَّلَاقِ (۱۵)

یعنی اللہ تعالیٰ بڑے بلند درجات والا اور تمام کائنات کے عرشِ حکومت کا مالک ہے۔ اس تک  
کسی کی رسائی نہیں ہے۔ یہ مشرکین جن کو اس کا شریک و سہم اور اس کا مقرب بنائے بیٹھے ہیں، یہ سب ان  
کے خود تراشیدہ مقربین ہیں، خدا کی بارگاہِ بلند سب کی پہنچ سے بالا ہے۔

خدا کی رضیات رُبُّنَّعِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ : 'رُوح' سے مراد یہاں وحی ہے۔  
کہ علم کا حامد وحی کو روح سے تعبیر کرنے کی وجہ واضح ہے کہ جس طرح روح سے جسم کو زندگی حاصل ہوتی ہے اسی طرح  
ذریعہ وحی ہے وحی سے انسان کی عقل اور اس کے دل کو زندگی، حرارت اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام  
نے اس حقیقت کی طرف یوں اشارہ فرمایا ہے کہ انسان صرف روٹی سے نہیں جیتتا بلکہ اس کلمہ سے جیتتا ہے  
جو خداوند کی طرف سے آتا ہے 'مِنْ أَمْرِهِ' کی صفت اس حقیقت کو ظاہر کر رہی ہے کہ یہ وحی انور الہیہ  
میں سے ہے جس کی پوری کیفیت و ماہیت ہر شخص نہیں سمجھ سکتا، اس کی کیفیت وہی سمجھتا ہے جو اس کو نازل

کرتا ہے یا پھر وہ سمجھتا ہے جس کو اس کا تجربہ ہوتا ہے۔ یہی حقیقت دوسرے مقام میں یوں واضح فرمائی ہے کہ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا (الاسراء: ۸۵) وہ تم سے روح کی بابت سوال کرتے ہیں، کہہ دو، روح میرے رب کے امر میں سے ہے اور تم کو علم نہیں دیا گیا ہے مگر تھوڑا (سورہ اسراء کی مذکورہ آیت کے تحت ہم جو کچھ لکھ آئے ہیں اس پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے۔

یہاں اس ٹکڑے کے لانے سے مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ خدا کی بارگاہ بلند تک کسی جن و بشر کی رسائی نہیں ہے کہ وہ اس کے غیب سے واقف ہو سکے۔ اس کی مرضیات جاننے کا واحد ذریعہ صرف وہ وحی ہے جو وہ اپنے بندوں میں سے اس پر نازل فرماتا ہے جس کو اس کا رخاص کے لیے انتخاب فرماتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان مشرکین نے اپنے زعم کے مطابق غیب کے جاننے کے جو ذرائع ایجاد کر رکھے ہیں وہ بالکل لالینی ہیں۔ خدا کی پسند و ناپسند جاننے کا ذریعہ بس وحی ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسول پر نازل فرماتا ہے لیکن یہ شامت زدہ لوگ قرآن اور اس کے لانے والے کے دشمن بن کر اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ ان کو زعم ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو رسول بنانے والا ہوتا تو ان میں سے کسی کو رسول بناتا۔ ان کو پتہ نہیں ہے کہ اس منصب کے لیے اللہ تعالیٰ ہی جس کو چاہتا ہے منتخب فرماتا ہے اور وہ جس کو منتخب فرماتا ہے وہی اس کا اہل ہوتا ہے، ہر مدعی اس کا اہل نہیں ہوتا۔

رَبُّكَ الَّذِي يُرْسِلُ الرُّسُلَ بِإِذْنِهِ وَيُؤَيِّدُ مَن يَشَاءُ وَيُضِلُّ مَن يَشَاءُ ۗ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَشِيمٌ ﴿۱۰۱﴾  
 کی پیشی خدا کے آگے ہوتی ہے۔ وحی اور رسالت کا مقصود دراصل اسی دن سے لوگوں کو آگاہ کرنا ہے۔ اصل مسئلہ جس کو سمجھنے کی ضرورت ہے یہی ہے۔ اگر یہ سمجھ میں آجائے تو دوسرے تمام مسائل کو سمجھنے کے لیے راہ کھل جاتی ہے۔ اگر یہ سمجھ میں نہ آئے تو انسان کا کوئی قدم بھی صحیح سمت میں نہیں اٹھ سکتا۔ اس وجہ سے انبیاء کرام کا اصل مشن اسی منزل کی رہنمائی رہا ہے۔

يَوْمَ هُمْ بَارِزُونَ ۗ لَا يَخْفَىٰ عَلَى اللَّهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۗ لِّلْمَلِكِ الْيَوْمَ  
 لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۱۰۲﴾

اس دن ہر شخص کا سارا ظاہر و باطن خدا کے آگے بالکل بے نقاب ہوگا۔ کسی کی کوئی بات بھی اس سے ڈھکی چھپی ہوئی نہیں ہوگی کہ کسی گواہی و ثبوت کی ضرورت پیش آئے یا کوئی غلط بیانی کر سکے یا کوئی اپنے کسی جرم کو چھپا سکے یا اس کی کوئی غلط تاویل کر سکے یا کوئی اس کے باب میں کوئی جھوٹی سفارش کر سکے۔

لِّلْمَلِكِ الْيَوْمَ یعنی اس وقت جب کہ ہر شخص خدا کے آگے بالکل بے نقاب اور بے بس ہوگا مجرموں سے خطاب کر کے پوچھا جائے گا کہ اب بولو، آج بادشاہی کسی کی ہے؟ تم جن کو خدا کا شریک و سہم

خدا سے کوئی چیز  
 مخفی ہوگی اور نہ  
 کوئی اس کے نقاب  
 سے باہر ہوگا



بنائے بیٹھے تھے اور یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ تم کو خدا سے بچالیں گے، وہ کہاں گئے؟  
 اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ چونکہ اس وقت کسی کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہوگا اس وجہ سے  
 خود ہی جواب دیا کہ آج کے دن بادشاہی صرف خدا کے واحد و قہار کی ہے۔ یہاں نہ کوئی کسی کا یا ورنہ ناصر  
 بن سکے گا اور نہ کوئی خدا کے کسی فیصلہ کو بدل سکے گا۔ لفظ قہار کی تحقیق اس کے محل میں بیان ہو چکی ہے۔  
 الْيَوْمَ تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ  
 الْحِسَابِ (۱۷)

یعنی آج کا دن خدا کے عدلِ کامل کے ظہور کا دن ہے۔ آج ہر شخص کو اس کے اپنے عمل کا بدلہ ملے گا۔  
 کسی کی کوئی حق تلفی یا کسی کے ساتھ کوئی نا انصافی نہیں ہوگی اور یہ سارا کام چشم زدن میں ہوگا۔ کسی کو یہ  
 غلط فہمی نہ ہو کہ اس میں بڑی مدت صرف ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ بڑی جلدی حساب چکا دینے والا ہے۔  
 وَأَسْذِرُهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ ؕ مَا لِلظَّالِمِينَ  
 مِنْ حَسِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ (۱۸)

’آزِفَةُ‘ کے معنی وہ چیز جو قریب آگئی ہو۔ یہاں یہ لفظ قیامت کے لیے استعمال ہوا ہے۔ اس  
 صفت کے استعمال سے اس حقیقت کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ قیامت کو بہت بعید نہ سمجھو، وہ بالکل  
 پاس ہی کھڑی ہے۔ مَمَاتٌ، فَقَدْ قَامَتْ قِيَامَتُهُ (جو مر اس کی قیامت آگئی) قیامت کے دن اس  
 فاصلہ کا کسی کو بھی احساس نہیں ہوگا جو اس کے اور قیامت کے درمیان حاصل ہے، بلکہ ہر شخص یہی سمجھے گا  
 کہ ابھی سوئے تھے ابھی جاگ پڑے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوتے کہ ہر شخص کی قیامت میں بس اتنے ہی دن باقی  
 ہیں جتنے دن اس دنیا میں اس کی زندگی کے باقی ہیں۔ جس طرح ہر شخص کی موت اس کے پہلو میں کھڑی ہے  
 اسی طرح قیامت بھی اس کے بغل میں موجود ہے۔

اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب کسی قوم کی طرف رسول کی بعثت ہوتی ہے تو وہ رسول اس کے  
 لیے خدا کی عدالت کی منزلت میں ہوتا ہے۔ اگر قوم رسول کی تکذیب کر دیتی ہے تو لازماً تباہ کر دی جاتی  
 ہے۔ یہ اس قوم کے لیے گویا قیامتِ صغریٰ ہوتی ہے جو تہمید ہوتی ہے قیامتِ کبریٰ کی۔ اس لفظ (آزِفَةُ)  
 کے استعمال سے مقصود قریش کو یہ تہمید ہے کہ وہ قیامت کو بعید نہ سمجھیں۔ ان کی عدالت کا وقت اب آچکا  
 ہے۔ ایک عدالت ان کے لیے قائم ہو چکی ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ آخرت کی عدالت کا انتظار کریں  
 جو سارے معاملات کا آخری فیصلہ کر دے گی۔

إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَظِيمِينَ ؕ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَسِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ  
 يُطَاعُ (۱۸) یہ اس قیامت کی ہولناکی کی تصویر ہے کہ اس دن جرموں کے دل گویا حلق میں آئے ہوئے ہونگے  
 اور وہ غم و الم سے گھٹے ہوئے ہوں گے۔ نہ اس دن کسی کے اپنے حلق سے اپنی مدافعت میں کوئی آواز نکلے گی

اور نہ ان کا کوئی ہمدرد یا سفارشی ہوگا جو ان کی حمایت یا سفارش میں اپنی زبان کھولے۔  
 'شفیع' کے ساتھ شیطا کی صفت مشرکین کے اس وہم پر ضرب لگانے کے لیے ہے کہ وہ اپنے  
 معبودوں کے متعلق یہ تصور رکھتے ہیں کہ یہ خدا کے لیے لاڈلے اور چہیتے ہیں کہ خدا ان کی ناز برداری میں ان  
 کی ہر بات لازماً مانے گا۔ فرمایا کہ خدا کے ہاں ان کا کوئی سفارشی ایسا نہیں ہوگا جس کی کوئی شنوائی ہو۔  
 يُعَلِّمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُورُ (۱۹)

کسی کے باب میں کسی کی سفارش تو اس کے ہاں کچھ کارگر ہو سکتی ہے جو ساری صورتِ حال کے  
 خود واقف نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ تو ہر شخص کی ہر چھوٹی بڑی بات سے خود واقف ہے۔ وہ تو نگاہ کی خیانتوں  
 اور سینوں میں چھپے ہوئے رازوں سے بھی پوری طرح باخبر ہے تو اس کے آگے کسی کی کوئی سفارش کیا کارگر  
 ہو سکے گی!

وَاللَّهُ يُعْزِزُ بِالْحَقِّ وَالْمُذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ مِنْ حُرَاتِ  
 اللَّهِ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۲۰)

رہی یہ بات کہ کوئی اپنی سفارش سے حق کو باطل اور باطل کو حق بنا سکے تو اس کا بھی امکان نہیں  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ حق کے مطابق ہوگا اور کوئی اپنی سفارش سے اس کے فیصلہ حق کو باطل سے  
 نہیں بدلا سکتا۔

وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ بِشَيْءٍ ۗ رَبُّهُمُ اللَّهُ مُخْلِطٌ بَيْنَ مَا يَشَاءُ وَيُخَالِفُ مَا يَدْعُونَ بِهٖ  
 رَاتِ اللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ یہ اوپر کی بات کی دلیل بیان ہوئی ہے کہ حقیقی دیکھنے والا  
 اور سننے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے تو اس کے سوا حق کسے ہے کہ وہ کوئی فیصلہ کرے اور جپٹ دیکھنے والا  
 اور سننے والا ہے تو یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اپنی سفارش سے اس کو دھوکا دے کہ غلط فیصلہ کرا  
 سکے اور یہ معبودانِ باطل جو نہ دیکھتے ہیں نہ سنتے ہیں آخر کس بنا پر ان کے متعلق یہ تصور کیا گیا ہے کہ یہ  
 بھی کسی کے معاملہ کا فیصلہ کرنے والے نہیں گے!

أَوَلَمْ نَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ  
 كَانُوا هُمْ أَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَأَخَذَهُمُ اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا  
 كَانَ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاكِ (۲۱)

یہ قریش کو صاف الفاظ میں تہدید ہے کہ اس جبارت کے ساتھ رسول کے انذار کی جو وہ تکذیب قریش کو صاف  
 کر رہے ہیں تو کیا کبھی اس ملک کی سیاحت انہوں نے اس قصد سے نہیں کی کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے  
 ان قوموں کا کیا حشر ہو چکا ہے جو اپنی قوت و جمعیت میں ان سے بڑھ کر اور تعمیر و تمدن کے آثار کے اعتباراً

سے ان پر کہیں فروغیت رکھنے والی تھیں لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ان کے جرموں کی پاداش میں ان کو پکڑا تو نہ ان کی قوت، جمعیت ان کے کچھ کام آسکی، نہ ان کی تعمیری و تمدنی ترقیاں آڑے آسکیں اور نہ ان کے وہ اصنام و الہہ ہی ان کی حفاظت کر سکے جن کو وہ اپنا حامی و ناصر سمجھتے تھے۔ یہ اشارہ عا د و ثمود اور اہل مدین وغیرہ کی طرف ہے جن کی قوت، جمعیت، اور تمدنی و تعمیری ترقیوں کی تفصیلات پچھلی سورتوں میں گزر چکی ہیں۔

لفظاً شدّٰ یہاں اعظم و اکثر کے مفہوم پر بھی متضمن ہے اس وجہ سے قوت کے ساتھ اشاراً کا ذکر بالکل موزوں ہے۔ اشار سے مراد تمدنی و تعمیری ترقیوں کے آثار ہیں۔ دنیا میں انہی آثار کو ہمیشہ قوموں کی عظمت و شوکت کی دلیل سمجھا گیا ہے۔ لیکن قرآن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اگر قوم ایمان سے عاری ہو تو یہ آثار اس کے زوال کی نشانی ہیں اور بالآخر یہی اس کے قومی وجود کے لیے مقبروں کی صورت میں تبدیل ہو کر رہتے ہیں۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانَتْ تَأْتِيَهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ اِنَّهٗ قَوِيٌّ شَدِيْدٌ الْعِقَابِ (۲۲)

یہ ان قوموں کی تباہی کا سبب بیان فرمایا ہے کہ ان کے پاس اللہ کے رسول نہایت واضح نشانیاں لے کر آئے لیکن انہوں نے اپنی قوت و جمعیت، اور اپنی دنیوی ترقیوں کے زعم میں رسولوں کے انذار کی کوئی پروا نہ کی بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کو پکڑا اور جب پکڑا تو وہ اس کی پکڑ سے چھوٹ نہ سکے۔ اللہ تعالیٰ قوی اور سخت پاداش والا ہے۔ جب وہ پکڑتا ہے تو کوئی سانس اس سے چھڑا نہیں سکتی۔

## ۲۔ آگے کا مضمون — آیات : ۲۲-۵۵

آگے حضرت موسیٰ اور فرعون کی سرگزشت آرہی ہے جس سے اصل مقصود تو اس دعوے کی دلیل پیش کرنا ہے جو اوپر والی آیت میں مذکور ہوا ہے کہ جب کسی قوم کی طرف رسول کی بعثت ہوتی ہے اور قوم اس کی تکذیب کر دیتی ہے تو وہ لازماً تباہ کر دی جاتی ہے اگرچہ قوت و شوکت اور تعمیر و تمدن کے اعتبار سے وہ کتنی ہی برتر قوم ہو۔ یہ سرگزشت سننا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کو تسلی دی گئی ہے کہ تم صبر کے ساتھ اپنا کام کیے جاؤ، یہی حشر قریش کے ان فرعون کا بھی ہونا ہے اگر انہوں نے اپنی روش نہ بدلی۔ ساتھ ہی اس سرگزشت کے ضمن میں خاندان فرعون کے ایک مرد مومن کی داستان بیان ہوئی ہے جو ایک مدت تک تو، بر بنائے مصلحت، اپنے ایمان کو چھپاتے رہے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ اور ان کی دعوت کے لیے آخری خطرہ پیش آگیا ہے تو کھل کر میدان میں آگئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حمایت میں اپنی جان ڈرا دی۔

اس مرد مومن کی مرکز شت میں جو سبق مضمون ہیں ان کی وضاحت تو آیات کی تفسیر کے ذیل میں آئے گی،  
یہاں اس کے چند نمایاں پہلو پیش نظر رکھیے۔

قریش کے لیڈروں کو یہ اس پہلو سے سنائی گئی ہے کہ اپنی قوم کی حقیقی خیر خواہی یہ ہے جو اس بندہ کو  
نے کی نکر وہ جو اپنے زعم کے مطابق تم کر رہے ہو۔ اس مرد مومن نے جب دیکھا کہ اس کی قوم تباہی کے راستہ  
پر چل پڑی ہے تو اپنے تمام مفادات کو بالائے طاق رکھ کر اس نے اس کو اس خطرناک اقدام سے روکنے کے  
لیے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا اور تمہارا حال یہ ہے کہ تم اپنا سارا زور و زراپتی قوم کو عذاب الہی کی  
طرت دکھینے میں صرف کر رہے ہو۔

جو لوگ کسی مصلحت سے اب تک اپنے ایمان کو چھپانے ہوئے تھے ان کو اس مرکز شت کے ذریعہ سے  
یہ سبق دیا گیا ہے کہ ایمان کے معاملے میں مصلحت کا لحاظ اسی وقت تک جائز ہے جب تک اس سے مقصود  
ایمان کی حفاظت اور اہل ایمان کی بہبود ہو۔ اگر ایمان اور اہل ایمان کے لیے آخری خطرہ پیش آ جائے تو  
تمام مصالح کو بالائے طاق رکھ کے اس مرد مومن کی طرح ہر شخص کو میدان میں آ جانا چاہیے۔  
مزدور اور مظلوم مسلمانوں کو اس مرکز شت کے ذریعہ سے یہ تعلیم دی گئی ہے کہ جو لوگ کلہ رستی کی سر بلندی  
کے لیے اس مرد مومن کی طرح بازی کھینٹے ہیں اللہ تعالیٰ ان کا یا در و ناصر ہوتا ہے۔  
اس روشنی میں آیات کی تلاوت فرمائیے۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝۳۳ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ  
وَهُمَا مِنْ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَابٌ ۝۳۴ فَلَمَّا جَاءَهُمْ  
بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ  
وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۝۳۵  
وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۗ إِنِّي أَخَافُ  
أَنْ يُبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفَسَادَ ۝۳۶ وَقَالَ  
مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ  
بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۝۳۷ وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ ۝۳۸ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ

آیات  
۵۵-۲۳

۲  
ع

يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ  
بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ  
يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضَ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي  
مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ②٨ يَقَوْمِ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ عَنِ الْمَسْئَلَةِ  
الْيَوْمَ يُظَاهَرُونَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ يَنْصُرُنَا مِنْ بَأْسِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا  
قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَى وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ  
الرَّشَادِ ②٩ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ نَرَى عَالِمًا كَمِثْلِ  
يَوْمِ الْحَزَابِ ③٠ مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ  
مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظَلْمًا لِلْعِبَادِ ③١ وَيَقَوْمِ  
إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ③٢ يَوْمَ تُنَادُونَ مَدْبِرِينَ  
مَالِكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ  
هَادٍ ③٣ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلِ الْبَيِّنَاتِ فَمَا زِلْتُمْ  
فِي شَكِّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَبْعَثَ  
اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ  
مُتْرَابٌ ③٤ الَّذِينَ يَجَادُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَنٍ  
أَتَتْهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ  
يُطَبِّعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُنْكَرٍ جِبَارًا ③٥ وَقَالَ فِرْعَوْنُ  
يَهَا مِنْ ابْنِ لِي صِرْحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ③٦ أَسْبَابَ

السَّنُوتِ فَاطَّلَعَ إِلَى إِلَهٍ مُوسَى كَرِهِي لَاطُنَّهُ كَاذِبًا وَكَذَلِكَ  
 زَيْنٌ يَفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ وَمَا كَيْدُ  
 فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ ٣٤ وَقَالَ الَّذِي آمَنَ لِقَوْمِ أَتْبَعُونَ  
 أَهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ٣٥ لِقَوْمِ إِنَّمَا هِيَ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا  
 مَتَاعٌ وَإِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ٣٦ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَى  
 إِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِمَّنْ ذَكَرْنَا وَأَنْشَأَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ  
 يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ٣٧ وَيَقَوْمِ مَا لِيَ  
 أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَى وَتَدْعُونَنِي إِلَى النَّارِ ٣٨ تَدْعُونَنِي الشَّفِيقِ  
 لِأَكْفُرَ بِاللَّهِ وَأَشْرِكَ بِهِ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ وَأَنَا أَدْعُوكُمْ إِلَى  
 الْعَزِيزِ الْغَفَّارِ ٣٩ لَأَجْرَمَ إِنَّمَا تَدْعُونَنِي إِلَيْهِ لَيْسَ لَهُ دَعْوَةٌ  
 فِي الدُّنْيَا وَلَا فِي الْآخِرَةِ وَإِنَّ مَرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَإِنَّ الْمُسْرِفِينَ  
 هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ٤٠ فَسْتَذَكِّرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأَقِضْ أَمْرِي  
 إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ٤١ فَوَقَّه اللَّهُ سَيِّئَاتٍ مَا  
 مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ٤٢ النَّارُ يُعْرَضُونَ  
 عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ  
 فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ٤٣ وَإِذْ يَتَحَايَوْنَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ  
 الضُّعْفَى الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ أَنْتُمْ  
 مُعْتَدُونَ عَنَا بَصِيًّا مِنَ النَّارِ ٤٤ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا

كُلُّ فِيهَا لِرَأْسٍ إِلَهٍ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ ﴿٤٨﴾ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ  
 لِخَازِنَةِ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ﴿٤٩﴾  
 قَالُوا أَوَلَمْ تَكُ تَأْتِيكُمُ رُسُلِكُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا  
 فَادْعُوا وَمَا دَعُوا الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ﴿٥٠﴾ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا  
 وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ﴿٥١﴾ يَوْمَ  
 لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٥٢﴾  
 وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرٰءِيلَ الْكِتٰبَ ﴿٥٣﴾  
 هُدًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ﴿٥٤﴾ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ اللَّهِ  
 حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْإِبْكَارِ ﴿٥٥﴾

۵  
ع

اور ہم نے بھیجی موسیٰ کو، اپنی نشانیوں اور ایک واضح سند کے ساتھ، فرعون، ہامان  
 اور قارون کی طرف۔ تو انھوں نے کہا کہ یہ تو ایک جادوگر لپاٹیا ہے۔ پس جب  
 وہ آیا ان کے پاس، ہمارے پاس سے حق لے کر، انھوں نے کہا ان لوگوں کے بیٹوں کو  
 قتل کرو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور ان کی عورتوں کو زندہ رکھو۔ اور ان کافر  
 کی پال بالکل رائگسا گئی۔ ۲۳-۲۵

ترجمہ آیات

۵۵-۲۳

اور فرعون نے کہا، مجھے چھوڑو، میں موسیٰ کو قتل کیے دیتا ہوں اور وہ اپنے رب کو  
 پکارے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارا دین نہ بدل ڈالے یا ملک میں بغاوت نہ  
 پھیلا دے۔ اور موسیٰ نے کہا میں نے اپنے اور تمہارے رب کی پناہ لی ہر اس تکبر کے  
 شر سے جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔ ۲۶-۲۷

اور اکی فرعون میں سے ایک مرد مومن نے، جو اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا، کہا، کیا تم لوگ ایک شخص کو اس بنا پر قتل کر دو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے دراصل تم ایک وہ تمہارے رب کی جانب سے نہایت واضح نشانیاں بھی لے کر آیا ہے! اور اگر وہ جھوٹا ہو گا تو اس کے جھوٹ کا وبال اسی پر پڑے گا۔ اور اگر وہ سچا ہو تو اس کا کوئی حصہ تم کو پہنچ کے رہے گا جس کی وہ تم کو دعوت دینا رہا ہے۔ اللہ اس کو یا مراد نہیں کرے گا جو حد سے گزرنے والا لاپتہ ہو گا۔ اے میری قوم کے لوگو، آج تمہارے ہاتھ میں اقتدار ہے، تم ملک میں غالب ہو، تو اللہ کے عذاب کے مقابل میں ہماری مدد کون کرے گا اگر وہ ہم پر آگیا! فرعون بولا کہ میں تم کو اپنی سوچی سمجھی رائے بتا رہا ہوں اور میں تمہاری رہنمائی ٹھیک سیدھی راہ کی طرف کر رہا ہوں۔ ۲۸-۲۹

اور جو ایمان لایا تھا اس نے کہا، اے میرے ہم قومو! میں تم پر اسی طرح کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں جس طرح کا عذاب گروہوں پر آیا۔ مثلاً وہ عذاب جو قوم نوح، اور عاد اور ثمود اور ان لوگوں پر آیا جو ان کے بعد ہوئے۔ اور اللہ تعالیٰ بندوں پر کسی طرح کا ظلم نہیں چاہتا۔ اے میرے ہم قومو، میں تم پر ہانک پکار کے دن کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ جس دن تم پیٹھ پھیر کر بھاگو گے اور تم کو خدا سے بچانے والا کوئی نہیں ہو گا اور جس کو خدا گمراہ کر دے تو اس کو ہدایت دینے والا کوئی نہیں بن سکتا۔ اور یوسف اس سے پہلے واضح تعلیمات کے ساتھ آئے تو تم ان کی لائی ہوئی باتوں کی طرف سے برابر شک ہی میں رہے۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو تم نے سمجھا کہ اب اللہ کسی کو رسول بنا کر نہیں بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ ان لوگوں کو گمراہ کر دیتا ہے جو حدوں سے تجاوز کرنے والے



اور شہادت میں پڑے رہنے والے ہوتے ہیں۔ - ۳۰-۳۴

جو اللہ کی آیات کے باب میں کٹ جتنی کرتے ہیں بغیر کسی دلیل کے جو ان کے پاس آئی ہو، اللہ اور اہل ایمان کے نزدیک وہ نہایت مبغوض ہیں۔ اسی طرح اللہ مہر کر دیا کرتا ہے ہر متکبر و تجبار کے دل پر۔ - ۳۵

اور فرعون نے کہا، اے ہامان! میرے لیے ایک عمارت بناؤ کہ میں اطراف میں پہنچوں، آسمانوں کے اطراف میں، پس موسیٰ کے رب کو جھانک کر دیکھوں، میں تو اس کو ایک بالکل جھوٹا خیال کرتا ہوں۔ اور اس طرح فرعون کی نگاہوں میں اس کی بد عملی کھبسا دی گئی اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا۔ اور فرعون کی چال برباد ہو کے رہی۔ - ۳۶-۳۷

اور مرد مومن نے کہا، اے میری قوم کے لوگو، تم میری پیروی کرو، میں تمہاری رہنمائی سیدھی راہ کی طرف کر رہا ہوں۔ اے میری قوم، یہ دنیا کی زندگی تو متنازع چند روزہ ہے۔ اصل دارالقرآن تو آخرت ہے۔ جو کسی برائی کا ارتکاب کرے گا وہ اسی کے مانند بدلہ پائے گا اور جو کوئی نیک عمل کرے گا، خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن بھی ہو، تو وہی لوگ جنت میں داخل ہوں گے جس میں وہ بے حساب رزق و فضل پائیں گے۔ اور اے میرے ہم قومو! کیا بات ہے، میں تمہیں نجات کی طرف بلا رہا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی دعوت دے رہے ہو! تم مجھے بلا رہے ہو کہ میں خدا کا کفر کروں اور اس کا شریک ایسی چیزوں کو ٹھہراؤں جن کے باب میں مجھے کوئی علم نہیں۔ اور میں تم کو خدائے عزیز و نفا کی دعوت دے رہا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ جن کی تم مجھے دعوت دے رہے ہو ان کی کوئی آواز نہ دنیا میں ہے اور نہ آخرت میں۔ اور ہم سب کی واپسی اللہ ہی کی طرف ہونی

ہے اور جو حدود سے تجاوز کرنے والے ہیں وہی دوزخی ہوں گے تو تم عنقریب ان باتوں کو یاد کرو گے جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اور میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ کرتا ہوں۔ بے شک اللہ ہی بندوں کا نگرانِ حال ہے۔ ۳۸-۴۲

پس اللہ نے اس کو ان کی چالوں کی آفتوں سے محفوظ رکھا اور فرعون والوں کو بڑے عذاب نے گھیر لیا۔ آگ ہے جس پر صبح و شام وہ پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت ہوگی حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو بدترین عذاب میں داخل کرو۔ ۴۵-۴۶

اور جب کہ وہ دوزخ میں، آپس میں جھگڑیں گے تو زبردست ان لوگوں سے جو بڑے بنے رہے کہیں گے کہ ہم آپ لوگوں کے پیرو بنے رہے تو کیا آپ لوگ عذاب دوزخ کا کچھ حصہ بھی ہماری جگہ اپنے سر لینے والے بنیں گے، جو بڑے بنے رہے وہ جواب دیں گے، اب تو ہم سب ہی اس میں ہیں۔ اللہ نے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ اور اہل دوزخ، دوزخ کے داروغوں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے درخواست کرو کہ ہمارے عذاب میں سے ایک دن کی تخفیف فرمادے، وہ جواب دیں گے، کیا تمہارے پاس تمہارے رسول واضح دلیلیں لے کر نہیں آتے رہے! وہ جواب دیں گے، ہاں، آتے تو ضرور رہے۔ وہ کہیں گے، تو اب تم ہی درخواست کرو۔ اور کافروں کی لپکار بالکل صدا بصر اثابت ہوگی۔ ۴۷-۵۰

اور بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں اور ایمان والوں کی دنیا کی زندگی میں بھی اور اس دن بھی مدد کریں گے جس دن گواہوں کی رد بکاری ہوگی، جس دن اپنی جانوں پر ظلم ڈھانے والوں کو ان کی معذرت کچھ نفع نہیں دے گی اور ان کے اوپر لعنت ہوگی

اور ان کے لیے براٹھکانا ہوگا۔ ۵۱-۵۲

اور ہم نے موسیٰ کو ہدایت عطا فرمائی اور نبی اسرائیل کو کتاب کا وارث بنایا، اہل عقل کی رہنمائی اور یاد دہانی کے لیے۔ تو تم ثابت قدم رہو۔ یقیناً اللہ کا وعدہ سنی ہے اور اپنے گناہ کی معافی چاہتے رہو اور شام و صبح اپنے رب کی تسبیح کرتے رہو اس کی حمد کے ساتھ۔ ۵۳-۵۵

### ۳۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ (۲۳)

آیت سے مراد وہ احکام و ہدایات ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس لے کر آئے اور سُلْطٰنٍ مُّبِينٍ سے اشارہ یہاں معجزہ عصا کی طرف ہے جس کی نوعیت ایک خدائی سند کی تھی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی تھی کہ فرعون اور اس کے ایمان کو ان کے خدائی سفیر ہونے کے باب میں کسی شک کی گنجائش نہ رہے۔ لفظ سُلْطٰنِ قُرْآن میں سند، اختیار نامہ، پروانہ اور اتھارٹی کے مفہوم میں جگہ جگہ استعمال ہوا ہے۔ اس کی وضاحت اس کے محل میں ہو چکی ہے۔ مزید وضاحت سورہ رحمان میں لَا تَنْفَعُكَ دَنُّكَ إِلَّا بِسُلْطٰنٍ کے تحت آئے گی۔

إِنِّي فَزَعُونًا دَهَامِنًا وَكَارُونَ فَفَاكُوا سِحْرًا كَذَابًا (۲۴)

یہاں فرعون کے ساتھ اس کے ان دو بڑے لیڈروں کا بھی ذکر کیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں سب سے زیادہ سرگرم تھے۔ ان دونوں کا ذکر پچھلی سورتوں میں بھی تفصیل سے ہو چکا ہے۔ ان میں سے ایک۔ قارون۔ نسل اسرائیل تھا لیکن اس نے فرعونی حکومت کے زیر سایہ بے شمار دولت اکٹھی کر لی تھی اور یہی دولت اس کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کا سب سے بڑا سبب بنی۔ اس کا ذکر سورہ قصص میں ہو چکا ہے اور وہاں ہم نے یہ اشارہ کیا ہے کہ اس کے حالات اور الزہیب کے حالات میں بڑی مشابہت ہے۔ یہاں فرعون کے ان لیڈروں کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ جس طرح تمہاری مخالفت میں قریش کے لیڈر اٹھ کھڑے ہیں اسی طرح موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت میں فرعون اور اس کی قوم کے لیڈر اٹھے تھے، لیکن خدا نے ان کو ذلیل و پامال کیا۔ وہی حشر قریش کے ان لیڈروں کا بھی ہو گا۔ اگر یہ اپنی روش سے باز نہ آئے۔

فرعون اور اس

کے دو بڑے

لیڈروں کا ذکر

”فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَّابٌ“ یعنی انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزہ کو تو سحر پر محمول کیا اور ان کے

اس دعوے کو کہ خدا نے ان کو رسول بنا کر بھیجا ہے بالکل جھوٹ قرار دیا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا ائْتَلُوا اَبْنَاءَ الَّذِينَ اٰمَنُوا مَعَهُ  
وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ ذٰلِكَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اَلَا فِيْ ضَلٰلٍ (۲۵)

یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کے پاس جو پیغمبر حق لے کر آئے تھے اس کا حق تو یہ تھا کہ اس کو  
مانتے اور اپنے رویے کی اصلاح کرتے لیکن اس کا اثر ان کے اوپر اس کے بالکل برعکس پڑا۔ انہوں نے یہ  
محسوس کر کے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو ایک منظم اور طاقتور قوم بنانا چاہتے ہیں بنی اسرائیل کے  
ذکر کو قتل کرنے اور عورتوں کو زونڈیاں بنانے کے لیے زندہ رکھنے کی اس پالیسی پر پوری شدت کے ساتھ  
عمل کرنے کے احکام جاری کر دیے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے بہت پہلے سے چل رہی تھی۔  
”وَ مَا كَيْدُ الْكٰفِرِيْنَ اَلَا فِيْ ضَلٰلٍ“ بنی اسرائیل کے ذکر کو قتل کرنے کی یہ پالیسی، جیسا کہ  
اس کے عمل میں ہم واضح کر چکے ہیں، اس مقصد سے اختیار کی گئی تھی کہ بنی اسرائیل کی تعداد کثرت میں رکھی جائے  
کہ وہ زیادہ ہو کر قبیلوں کے اقتدار کے لیے خطرہ نہ بن جائیں لیکن اس کو نافذ کرنے کے لیے جتنی تدبیریں  
اختیار کی گئیں وہ سب ناکام رہیں۔ بنی اسرائیل کی تعداد میں، جیسا کہ اس کے عمل میں ہم حوالے نقل کر چکے ہیں،  
روز افزوں ترقی ہوتی گئی، یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے کھلے ہوئے چیلنج کے ساتھ میدان میں  
آگئے اور فرعونوں کو جس بات کا اندیشہ تھا وہ ایک حقیقت بن کر سامنے نظر آنے لگی۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِيْٓ اَقْتُلْ مُوسٰٓى وَلْيَدْعُ رَبَّهُ ۗ اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُبَدِّلَ دِيْنَكُمْ  
اَوْ اَنْ يُظٰهَرَفِي الْاَرْضِ الْفُسٰٓاۗدَ (۲۶)

اپنی اسکیم کی ناکامی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس مطالبہ سے فرعون اور اس کے اعیان بالکل  
حواس باختہ ہو گئے۔ اس حواس باختگی کے عالم میں فرعون نے اپنے درباریوں کے سامنے یہ تجویز رکھی کہ  
آپ لوگ مجھے اجازت دیجیے کہ میں موسیٰ کو قتل کر دوں۔ اگر اس کا کوئی خدا ہے جس نے اس کو رسول بنا  
کر بھیجا ہے تو وہ اپنی مدد کے لیے اس کو بلائے۔ اپنی اس تجویز کی تائید میں اس نے دلیل یہ پیش کی کہ  
اگر اب موسیٰ علیہ السلام کو مزید مہلت دی گئی تو مجھے ڈر ہے کہ وہ یا تو آپ لوگوں کے دین کو بدل کے  
رکھ دے گا یا ملک میں بغاوت کرا دے گا۔ یہ امر واضح رہے کہ فرعون اپنی قوم والوں کے نزدیک  
سورج دیتا کا منظر سمجھا جاتا تھا اور اس کی حیثیت ایک اوتار بادشاہ کی تھی۔ اس وجہ سے حضرت موسیٰ کی  
دعوت توحید کی ذریعہ راست اس کی خدائی پر پڑتی تھی۔ اگر قبلی اس کو قبول کر لیتے تو ان کا دین بدلتا اور  
اگر نہ قبول کرتے اور بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی قیادت میں منظم ہو جاتے تو اس کا لازمی نتیجہ (فرعون کے خیال  
کے مطابق) یہ تھا کہ ملک میں بغاوت پھوٹ پڑے گی۔ ان خطرات کی بنا پر اس نے قوم کے اعیان سے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قتل کی اجازت مانگی۔ لفظ ذُو ذُوئی سے یہ بات صاف نکلتی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی دعوت نے اس دور میں اتنی قوت حاصل کر لی تھی کہ فرعون جیسے مطلق العنان کے لیے بھی اپنے اعیان کی تائید کے بغیر ان پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي عُذْتُ بِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُنْكَبِرٍ لَا يُؤْمِنُ بِسُورِ  
الْحِسَابِ (۲۷)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کے اس ارادہ کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے اپنا معاملہ اپنے رب کا رویہ کے حوالے کیا کہ میں ہر اس تکبر کے شر سے جو روزِ حساب پر ایمان نہیں رکھتا اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں تمہارے رب کے الفاظ یہاں بطور تکریم و تہنیت ہیں یعنی یاد رکھو کہ وہی تمہارا بھی رب ہے، اس کے سوا کوئی اور رب نہیں ہے جس کے بل پر کوئی کچھ کر سکے۔

مِنْ كُلِّ مُنْكَبِرٍ لَا يُؤْمِنُ بِسُورِ الْحِسَابِ: تکبر و حقیقتِ حق سے اعراض کا نام ہے جو نتیجہ ہے انانیت و خود پرستی کا اور یہ چیز پیدا ہوتی ہے آخرت پر ایمان نہ ہونے سے۔ جو شخص آخرت کو نہیں مانتا وہ ایک مطلق العنان ہے۔ وہ جو کچھ بھی کر گزے اس سے بعید نہیں۔

وَقَالَ رَبُّكَ مُؤْمِنٌ مِمَّنْ قَالُوا لَوْ أَنَّا نَسْتَأْذِنُكَ لَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ ط وَإِنَّ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ ط وَإِنَّ يَكُ صَادِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ ط إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ (۲۸)

یہاں سے ایک بندہ مومن کی سرگزشت شروع ہو رہی ہے۔ یہ تھے تو فرعون کے خاندانِ شاہی سے ایک مرنیت حق پسند اور خدا ترس آدمی تھے اس وجہ سے ان کی تمام ہمدردیاں شروع ہی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھیں۔ ان کا ذکر سورہ قصص میں بھی گزر چکا ہے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں ایک قبیلے کے قتل کا اتفاقی واقعہ پیش آ گیا اور اعیانِ حکومت نے ان کے قتل کے شور سے شروع کر دیے تو انہی نے حضرت موسیٰ کو اعیانِ حکومت کے اس ارادے سے باخبر کیا اور ان کو مبعسے کہیں باہر جانے کا مشورہ دیا، جس کے بعد حضرت موسیٰ مدین چلے گئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ کی نبوت سے پہلے بھی ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اصلاحی سرگرمیوں سے پوری ہمدردی تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے مدین سے واپسی کے بعد جب نبوت کا اعلان کیا تو یہ ان کی دعوت پر ایمان لائے لیکن اپنے ایمان کو انہوں نے ایک عرصہ تک پوشیدہ رکھا۔ انہوں نے غالباً یہ محسوس فرمایا کہ اس دور میں ایمان کو پوشیدہ رکھ کر حضرت موسیٰ اور ان کی دعوت کی جو خدمت وہ کر سکتے ہیں وہ خدمتِ علابیہ نہیں کر سکتے۔ وہ شاہی خاندان کے ایک فرد اور تمام شاہی حقوق و مراعات سے بہرہ مند تھے۔ آگے کی آیات

سے واضح ہو جائے گا کہ وہ فرعون کے دارالامراء کے رکن بھی تھے۔ اگر اسی مرحلہ میں وہ اپنے ایمان کا اعلان کر دیتے تو فرعون فوراً ان کے اوپر قومی غدار ہونے کا الزام لگا کر پوری قوم میں ان کو ننگہ بنا دیتے۔

لیکن دین و ایمان کے معاملے میں مصلحت کا لحاظ اسی وقت تک جائز ہے جب تک اس سے دین کو نفع پہنچنے کی توقع ہو۔ اگر معاملہ اس مرحلے سے گزر جائے اور دین کو کوئی فیصلہ کن خطرہ پیش آ جائے تو اس وقت اپنے ایمان کو چھپانا منافقت بن جاتا ہے۔ چنانچہ اس بندہ مومن نے بھی اس وقت تک تو اپنے ایمان کو پردے میں رکھا جب تک اس کے پھیلنے میں دین کی مصلحت دکھی۔ لیکن جب دیکھا کہ حضرت موسیٰ کی زندگی ہی خطرے میں پڑ گئی ہے تو انہوں نے مصلحت کی نقاب اتار کر پھینک دی اور خم ٹھونک کر فرعون کے بھرے دربار میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صحایت بھی کی اور اپنے ایمان کا علی رؤس الشہداء اعلان بھی کر دیا۔

یہ واقعہ مہیا کر ہم نے اوپر اشارہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے اس نازک مرحلہ میں اس لیے نہایا گیا کہ جو لوگ کسی مصلحت یا کسی اندیشہ کی بنا پر اپنے ایمان کو چھپانے ہوئے تھے ان پر یہ حقیقت واضح کر دی جائے کہ جب اعداء کی طرف سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے شور مچ رہا ہے تو اب کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے ایمان کو چھپائے بلکہ اس بندہ مومن کی طرح ہر شخص کو ہر کیف ہو کر میدان میں آ جانا چاہیے۔

وَأَقْسَمُوا أَنْ يَفْعَلُوا رَبِّي اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ - یہ امر مرد مومن کے واضح رہے کہ یہ بات اس مرد مومن نے فرعون اور اس کے تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہی ہے۔ فرمایا کہ کیا تم لوگ ایک شخص کو اس بنا پر قتل کرو گے کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے نہایت واضح نشانیاں بھی لے کر آیا ہے۔

اس ایک ہی فقرے میں انہوں نے فرعون اور اس کے اعیان کے سامنے کئی حقیقتیں رکھ دیں۔ ایک تو یہ کہ اللہ ہی کو اپنا رب ماننا ایک ایسی واضح حقیقت ہے کہ اس میں کسی اختلاف کی گنجائش ہی نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے تو وہ ایک نہایت روشن حق کا اظہار کر رہا ہے جس پر وہ تائید و تمہین کا سزاوار ہے نہ کہ قتل کا۔ بڑے ہی ظالم ٹھہریں گے وہ لوگ جو ایسے شخص کے قتل کی جسارت کریں گے۔

دوسری بیکر جو نشانیاں لے کر آئے ہیں وہ ان کے فرستادہ الہی ہونے کی نہایت واضح دلیل ہیں۔ صرف اندھے ہی ان کے خدائی ہونے سے انکار کر سکتے ہیں۔

تیسری یہ کہ جس رب کے رسول کی حیثیت سے وہ اپنے آپ کو پیش کر رہے ہیں وہ تمہارا بھی رب ہے۔ یہ تمہاری جمالت ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کو رب نہائے بیٹھے ہو۔

ایک تشبیہ

وَاِنَّ يٰۤاَيُّهَا كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُۥ ۚ وَطٰنٌ يٰۤاَيُّهَا صٰدِقًا يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعْتَدِكُمْ ۗ  
 یہ انھوں نے ان کے اقدام قتل کے نتیجے سے ہی آگاہ کر دیا کہ اگر وہ اپنے دعوائے رسالت میں جھوٹے ہوئے جیسا کہ  
 تم سمجھتے ہو تو اس کا وبال ان کے اوپر ہوگا اور اگر وہ سچے ہوئے (جیسا کہ فی الحقیقت ہے) تو یاد رکھو کہ جس  
 عذاب کی وہ تم کو وعید بنا رہے ہیں اس کا کوئی حصہ تم پر نازل ہو کے رہے گا۔ یہ اس سنت الہی کی طرف  
 اشارہ ہے جو رسولوں کے مکذبین یا ان کے قاتل کا ارادہ کرنے والوں کے لیے مقرر ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا  
 کہ جذبات سے اندھے ہو کر معاملہ کے ایک ہی پہلو کو نہ دیکھو، بلکہ اس کے دوسرے پہلو کو بھی نگاہ میں رکھو جو  
 بڑا ہی سنگین ہے۔ تم نے ان کو جھوٹا فرض کر رکھا ہے اس وجہ سے ان کے قتل کر دینے کو ایک سہل بازی سمجھے  
 ہوئے ہو، تمہیں کیا معلوم کہ وہ جھوٹے ہیں، اگر وہ سچے ہوئے تو پھر سمجھ رکھو کہ تمہارا یہ اقدام بڑا مہنگا پڑ جائے گا۔  
 اس وجہ سے سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ قتل کی جسارت کر کے اپنی تباہی کا سامان نہ کرو۔

وَاِنَّ يٰۤاَيُّهَا كَاذِبًا كَاذِبًا ۚ كَاذِبًا كَاذِبًا ۚ كَاذِبًا كَاذِبًا ۚ كَاذِبًا كَاذِبًا ۚ كَاذِبًا كَاذِبًا ۚ  
 زبان کا ایک  
 اسلوب  
 کیونکہ شرط کے اسلوب میں جس شک کا اظہار ہوتا ہے وہ شک کے مفہوم کے لیے صریح نہیں ہوا کرتا بلکہ اس سے شک  
 کا صرف دم ہوتا ہے۔ اس میں اصلی فیصلہ کا انحصار موقع و محل اور سیاق و سباق پر ہوتا ہے۔ زبان کے اس اسلوب  
 کو سامنے رکھنا ضروری ہے اس سے دوسری بعض آیتوں کے سمجھنے میں بھی مدد ملے گی۔

ۙ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۙ  
 فرعون پر ایک  
 بلیغ تعریفیں  
 میں بحث ہو چکی ہے۔ یہاں یہ کسی کو اس کی جدوجہد اور مقصد میں بامراد کرنے کے معنی میں آیا ہے۔ یہ نہایت  
 بلیغ فقرہ ہے۔ بظاہر تو یہ ایک حکیمانہ کلید ہے کہ جو حدود سے تجاوز کرنے والا اور جھوٹا ہوگا اللہ اس کو  
 بامراد نہیں کرے گا، لیکن غور کیجیے تو اس میں فرعون پر نہایت بلیغ تعریفیں ہے جو انھوں نے عین اس کے منہ پر  
 اس کے بھرے دربار میں اس پر کی۔

يَقَوْمَ لَكُمْ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظَهَرَ لِيْنَ فِي الْاَرْضِ ذٰلِكَ فَمَنْ يُّضِلُّنَا مِنْۢ بَاۤءِ  
 اللّٰهِ اِنْ جَاءَنَا ظٰلٌ فَنُرْعَوْنَ مَا اَرٰيْكُمْ اِلَّا مَا اَرٰى وَمَا اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ  
 الرَّشٰدِ (۲۹)

مرد مومن کی تقریر بالترتیب واضح ہوتی جا رہی ہے۔ انھوں نے قوم کے اسیان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا  
 کہ آج آپ لوگوں کو ملک میں اقتدار حاصل ہے۔ آپ لوگ جو چاہیں کر سکتے ہیں، کوئی آپ کا ہاتھ پکڑنے والا  
 نہیں ہے۔ لیکن اس سوال پر سنجیدگی سے غور کر لیجیے کہ اگر اس کے نتیجے میں ہم پر خدا کا عذاب آدھمکا تو خدا کی  
 پکڑ سے ہم کبچانے والا کون بنے گا!

قَالَ فَنُرْعَوْنَ مَا اَرٰيْكُمْ اِلَّا مَا اَرٰى وَمَا اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشٰدِ - مرد مومن  
 کی یہ تقریر بھرے دربار میں، فرعون کے سامنے، ہو رہی تھی اس وجہ سے فرعون نے مداحیت کرتے ہوئے کہا کہ

فرعون کی ایک

جے محل مداحیت

میں نے جو تجویز (در باب قتل موسیٰ) آپ لوگوں کے سامنے رکھی ہے وہ میری سوچی سمجھی ہوئی رائے ہے اور یہ میں بالکل صحیح پالیسی کی طرف آپ لوگوں کی راہ نمائی کر رہا ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ کوئی یہ نہ گمان کرے کہ میں نے محض جذبہ سے منسوب ہو کر عاجلانہ طور پر یہ تجویز رکھ دی ہے بلکہ خوب اچھی طرح اس کے نتائج و عواقب پر دوڑ تک سوچ لیا ہے اور یہی پالیسی صحیح ہے اگر یہ فوراً نہ اختیار کی گئی تو اس کے نتائج اس ملک کے حق میں نہایت مہلک ہوں گے۔

ظہیر بن یحییٰ یہاں تک کہ اس کی ضمیر مجھ سے حال پڑا ہوا ہے۔ ضمیر مجھ سے حال پڑنے کی متعدد مثالیں چھپے گزر چکی ہیں۔

فرعون کی اس بے محل مداخلت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے یہ اندازہ کر لیا تھا کہ اس مرد مومن کی تقریر بغیر کسی مداخلت کے جاری رہی تو اس سے اس کے بہت سے درباری متاثر ہو جائیں گے اس دیر سے ہوشیار سیاسی لیڈروں کی طرح اس نے اپنی نیک نیتی، اصابت رائے اور مصلحت اندیشی کی دعوتوں جمانے کی کوشش کی۔

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ لِقَوْمِ رَبِّيَ أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ؕ  
مِثْلَ دَابِ قَوْمِ ثُوَّجٍ وَعَادٍ وَتَمُودَ وَالَّذِينَ مِن بَعْدِهِمْ ؕ وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ  
ظُلْمًا لِلْعِبَادِ (۳۰-۳۱)

مرد مومن نے فرعون کی اس مداخلت کی کوئی پروا کیے بغیر اپنی تقریر جاری رکھی۔ فرمایا کہ اے میری قوم کے لوگو، میں آپ کو آگاہ کیے دیتا ہوں کہ اگر موسیٰ کو گزند پہنچانے کی کوشش کی گئی تو آپ لوگوں پر اسی طرح عذاب آدھکے گا جس طرح پچھلی قوموں یعنی قوم نوح، عاد، ثمود اور ان کے بعد کی قوموں پر آیا۔ ان قوموں نے اپنے رسولوں کو گزند پہنچانے کی کوشش کی تو اس کے نتیجے میں تباہ ہوئیں اسی طرح آپ لوگ بھی تباہ ہو کر رہیں گے اگر انہی کے نقش قدم کی پیروی کریں گے۔

وَمَا اللَّهُ يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ۔ اور یہ بات بھی یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی رحیم ہے اس وجہ سے کوئی عذاب بھیجنے سے پہلے آپ لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے اس نے اپنا رسول بھیج دیا ہے تاکہ جو لوگ توبہ و اصلاح کرنی چاہیں وہ توبہ و اصلاح کر لیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و عنایت کی قدر کرنے کے بجائے اس کے رسول کو قتل کرنے کی کوشش کی گئی تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ لوگوں پر حجت تمام ہو گئی اور آپ لوگوں نے اپنی شامت خود بدلائی۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ فرعون عاد و ثمود وغیرہ کے بعد ہوا ہے اور یہ تو میں اس کے پاس پڑوس کی تو میں یقین جن کے حالات اس طرح معلوم و معروف تھے کہ ان کو اس عہد کے لوگوں کے سامنے تذکرہ و تنبیہ کے لیے پیش کیا جاسکتا تھا۔



وَيَوْمَ بَرَأْنَا أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۚ يَوْمَ تُتَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا كُنْتُمْ

مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ (۳۲-۳۳)

’یَوْمَ التَّنَادِ‘ کے لغوی معنی ہیں ہانک پکار کا دن، یہ اس یومِ عذاب کی تعبیر کے لیے آیا ہے جس سے لوگوں کو ڈرایا جا رہا ہے۔ جب کوئی بڑی ٹہل بڑا ہوتی ہے تو دوڑو، بھاگو، لیجیو، چلیو کا ہر طرف شور ہوتا ہے اس وجہ سے یومِ عذاب کی تعبیر کے لیے یہ نہایت موزوں لفظ ہے۔ اس میں اس حقیقت کی یاد دہانی ہے کہ ابھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مہلت ملی ہوئی ہے اس وجہ سے آپ لوگ اللہ اور اس کے رسول پر حملہ آور ہونے کے منصوبے بنا رہے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے حملہ ہوگا تو تُوَدُّوْنَ مُدْبِرِينَ ۚ مَا كُنْتُمْ مِّنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ اس وقت پیٹھ پھیر کر بھاگیں گے لیکن یہ بھاگنا بالکل بے سود ہوگا اس لیے کہ خدا کی پکڑ سے کوئی پناہ دینے والا نہیں بنے گا۔ اس وقت آپ لوگ ہانک پکار کریں گے لیکن یہ صدا بصر ہوگی۔

’وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ‘ یعنی میرا کام آپ کو نیک و بد سے آگاہ کرنا ہے وہ میں کر رہا ہوں۔ میری نصیحت ماننا نہ ماننا آپ کے اختیار میں ہے۔ اگر آپ لوگوں نے وہی اقدام کیا جس کا ارادہ کر رہے ہیں تو میں اس کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتا کہ جن لوگوں کو اللہ گمراہ کر دے ان کو کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ یہ ہدایت و ضلالت کے باب میں اس سنتِ الہی کی طرف اشارہ ہے جس پر اس کتاب میں جگہ جگہ گفتگو ہو چکی ہے۔

وَلَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ تَبَلٍ بِالبَيِّنَاتِ فَمَا ذَلَلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَاءَكُمْ بِهِ حَتَّىٰ اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ نَّبْعَثَ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنِ هُوَ مُّسْرِفٌ وَّ مُّرْتَابٌ (۳۴)

یہ قوم کی ضلالت کی انھوں نے تاریخ بیان فرمائی ہے کہ اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کی تاریخ الہی بھی، نہایت واضح دلائل کے ساتھ، آپ لوگوں کے پاس آئے لیکن ان کی تعلیمات و ہدایات کے باب میں اس کا فلسفہ بھی آپ لوگ برابر تنگ ہی میں رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ بادشاہ وقت کی غیر معمولی عقیدت کے سبب سے، جو اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ تھی، ان کے معاملے میں کوئی معاندانہ رویہ تو نہیں اختیار کیا گیا لیکن جن باتوں کی انھوں نے تعلیم دی ان کی کوئی خاص تدریج بھی نہیں کی گئی۔ بلکہ ان کی تعلیمات کو نفس کی خواہشوں کے خلاف پا کر ان کے باب میں آپ لوگ بے پروائی اور تنگ میں مبتلا رہے۔

’حَتَّىٰ اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ نَّبْعَثَ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ رَسُوْلًا‘ یعنی ان کو اور ان کی تعلیمات کو اللہ کی رحمت سمجھنے کے بجائے قوم کے لوگوں نے ایک بوجھ خیال کیا۔ یہاں تک کہ جب ان کی وفات ہو گئی تو لوگوں نے ٹھنڈا سانس لیا کہ یہ بوجھ اترا اور مطمئن ہو گئے کہ اب اللہ کوئی اور رسول نہیں بھیجے گا جو ان

کی طرح آپ لوگوں کی خواہشوں کو ناکام نگانے کی کوشش کرے گا۔

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ؛ یعنی آپ لوگوں کی موجودہ گمراہی اسی پھیلی گمراہی کا مولود نسا دہے۔ جو لوگ محض نفس کی خواہشوں کی پیروی میں اللہ کے حدود کو توڑنے والے اور اتباعِ نفس کے جنون میں علم و یقین کے بجائے شک کی راہ اختیار کرنے والے بن جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ان کی پسند کردہ فضیلت ہی کی ڈگر پر بانک دیتا ہے۔ پھر ان کو کبھی ہدایت نصیب نہیں ہوتی۔

بندوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ جس اصول پر مبنی ہے اس کی طرف اس کتاب میں جگہ جگہ ہم اشارہ کر چکے ہیں کہ وہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو خیر و شر کی جو معرفت اور عقل و فہم کی جو نعمت اس نے بخشی ہے، لوگ اس کی قدر کریں۔ جو لوگ ان کی قدر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے لیے ہدایت و معرفت کی مزید راہیں کھولتا ہے جو اس کی قدر نہیں کرتے بلکہ اپنے نفس کی خواہشوں سے منغلوب ہو کر واضح سے واضح حق کو بھی مشتبہ بنانے کی کوشش کرتے اور اسی مقصد کے لیے اپنی ساری ذہانت صرف کرتے ہیں ان کو مزید ہدایت دینا تو انک رہا ان کی اس ناقدری کی پاداش میں اللہ تعالیٰ ان کا وہ نور بھی سلب کر لیتا ہے جو ہر انسان کی فطرت میں ودیعت ہوتا ہے۔ یہاں اس بندہ مومن نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور یہ چیز ان لوگوں کے لیے خاص طور پر قابل توجہ ہے جو اس زلزلے میں نہایت واضح حقائق کو مشتبہ بنانے کے لیے راستہ دن ناک بازی کر رہے ہیں۔

الَّذِينَ يَجَادُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَنٍ أَتَاهُمْ كَبُورًا مَّقْتَدًا عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ  
الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّكِبِّرًا جَبَّارًا (۳۵)

یعنی اللہ کی آیات اور اس کے احکام کے باب میں جو گمنگو بھی ہونی چاہیے وہ سنا اور دلیل کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ جو لوگ بغیر اس طرح کی کسی دلیل و سند کے ان کی مخالفت کرتے ہیں وہ اللہ اور اہل ایمان کے نزدیک نہایت مبغوض ہیں۔

دین کے سلسلے  
میں بے دلیل  
ذلیل و مقولات  
کا انجام

كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى كُلِّ قَلْبٍ مُّكِبِّرًا جَبَّارًا؛ اس لکڑے سے ایک بات تو یہ واضح ہوئی کہ جو لوگ اس طرح کی کٹ جھٹی کرتے ہیں یہ اس وجہ سے کرتے ہیں کہ ان کے دلوں پر اللہ تعالیٰ گہر کر دیا کرتا ہے جس کے سبب سے ان کی عقیم الٹ جاتی ہیں اور وہ کوئی بات بھی اپنی خواہش کے خلاف ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے اگرچہ وہ کتنی ہی واضح کیوں نہ ہو۔

دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ ان کے دلوں پر یہ مہر ان کے تکبر اور ان کی فرعونیت کے سبب سے لگی تھی۔ یہ لوگ اپنے غرور کے سبب سے ہر اس بات کی مخالفت کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے خلاف ہو۔ اگر کوئی بھی در رسول بھی ان کو کوئی بات سمجھائے تو اس کو بھی وہ گوارا کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے کہ آخر وہ کھلاں نبی ہوا جب کہ اس سے زیادہ نبوت کے اہل وہ خود ہیں! — اس زمانے میں بہت سے بر خود غلط

اسلام کی نہایت واضح تعلیمات کا مذاق اڑاتے ہیں حالانکہ انہیں دین کی الف، ب کی بھی خبر نہیں ہے۔ اگر کوئی ان کی اس جسارت پر ٹوکے تو وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ دین پر کسی گروہ کا اجارہ نہیں ہے وہ بھی اس پر کلام کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ ان لوگوں کے ذہنوں میں بھی درحقیقت یہی غور سما یا ہوا ہے۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا هَذَا مَثَلًا نَحْنُ أَكْبَرُ مِنَ آلِ يٰسَاقُوتِ  
تَطَّلِعَ إِلَىٰ آلِهِ مُوسَىٰ قَاتِلِ كَاذِبًا وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَ  
صَدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۗ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ (۳۶-۳۷)

اور آپ نے دیکھا کہ مرد مومن کی تقریر بالتدریج اپنے نقطہ عروج پر پہنچ گئی جس سے قدرتی طور پر اہل دربار متاثر ہوتے نظر آتے ہوں گے۔ اس وجہ سے فرعون نے پہلے کی طرح پھر مداخلت کی اور درباریوں کو بے ذوق بنانے کے لیے ایک اُشغلہ چھوڑا۔ ہامان کو مخاطب کر کے اس نے حکم دیا کہ ہامان! ایک بلند عمارت بناؤ، میں آسمانوں کے اطراف میں پہنچ کر ذرا موسیٰ کے اس رب کو جھانک کے دیکھنا چاہتا ہوں جس نے اس کے زعم کے مطابق اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ مجھے تو یہ شخص بالکل جھوٹا مدعی معلوم ہوتا ہے۔

”وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ“۔ یعنی اتنی واضح تقریر کے بعد بھی فرعون کو قبول حق کی توفیق نہیں ہوئی۔ فکر ہوئی تو اس بات کی ہوئی کہ کسی طرح اپنے درباریوں کو اس تقریر کے اثر سے بچالے جائے۔ توفیق خیر نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جو لوگ دیدہ دانستہ برائیاں کرتے کرتے دیدہ دلیر ہو جاتے ہیں بالآخر ان کی برائیاں اس طرح ان کی نگاہوں میں کھبا دی جاتی ہیں کہ ان کو چھوڑنے کا تصور بھی ان پر شائق گذرتا ہے۔ چنانچہ فرعون کو بھی یہی افتاد پیش آئی۔ اس کے آگے بھی اس کے بُرے اعمال سدراہ بن کر کھڑے ہو گئے اور انھوں نے اس کو سیدھی راہ اختیار کرنے سے روک دیا۔

”وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ إِلَّا فِي تَبَابٍ“۔ فرعون نے یہ بات محض درباریوں کو فریب دینے اور حضرت موسیٰ کے استخفاف کے لیے کہی تھی اس وجہ سے قرآن نے اس کو کید سے تعبیر فرمایا اور یہ کید اس کے لیے بھی موجب تباہی ہوا اور اس کی قوم کے لیے بھی۔

وَقَالَ السِّنِّيٰ اٰمَنْ يُّعْمَرُ اَتَّبِعُوْنِ اِهْدِيْكُمْ سَبِيْلَ الرَّشَادِ (۳۸)

مرد مومن نے فرعون کی اس مداخلت کا بھی کوئی نوٹس نہیں لیا۔ بلکہ نہایت واضح الفاظ میں تو م کو دعوت دی کہ لوگو، میری پیروی کرو، میں تمہاری رہنمائی صحیح راستہ کی طرف کر رہا ہوں۔ ظاہر ہے کہ یہ فرعون کی اس بات کا جواب ہے جو اوپر گزر چکی ہے کہ ”وَمَا آهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ“ اس سے ثابت ہوا کہ انھوں نے تو م کو واضح الفاظ میں متنبہ کر دیا کہ فرعون کی پیروی میں تو م کی تباہی ہے۔ اگر فلاح مطلوب ہے تو

لوگوں کو ان کی پیردی کرنی چاہیے۔

يَقْرَأُونَ مَا يَنْهَىٰ عَنِ الْحَيْوَةِ الْمُدْبِرَةِ لَئِن تَوَلَّوْا لَآتِيَنَّكُمْ مِنَ الْآخِرَةِ هَيْبَةٌ مِّنْهُم مَّا يَكْفُرُ بِهَا لُبُّكُمْ فِئْتَانِ مِّنْ دُونِهَا وَمَا يُبْدِيَنَّ لَكُمْ يَوْمَئِذٍ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُونَ (۳۹)

انہوں نے فرعون کو چیلنج تو کر دیا لیکن ذیورس لیڈروں کی طرح اپنی جمعیت و اکثریت کا رعب نہیں جمایا آخرت، بلکہ انبیاء کرام کے طریقہ پر لوگوں کو آخرت کی یاد دہانی کی کہ اس دنیا کی زندگی اور اس کا تمام عیش و آرام چند روزہ ہے، اصل قیام کا گھر آخرت ہے تو اس چند روزہ عیش کی خاطر ابدی زندگی تباہ نہیں کرنی چاہیے۔

مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ كَفَرَ أَوْ كَانَتْ أُمَّةً لَّمْ يَأْتِكُمْ مَّوَدَّةُ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَكُنْتُمْ فِي بَاطِنِ الْأَعْيُنِ لَمَّا كَانَتْ هَذِهِ حَاذِرًا لِّمَا تُكَفِّرُونَ (۴۰)

يُذَرِّقُونَ فِيهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ (۴۰)

اس عالم آخرت میں جزاء و سزا کا جو ضابطہ نافذ ہو گا یا اس کا بیان ہے کہ اس میں جو لوگ گناہ کر کے پہنچیں گے ان کو تو ہر بدی کا بدلہ اسی کے مانند ملے گا تاکہ ان کے اذپر کوئی زیادتی نہ ہو لیکن جو نیکی کما کر جائیں گے وہ لگ جنت میں داخل ہوں گے اور اس میں ان کو بے حساب رزق و فضل ملے گا۔ یہاں یہ امر ملحوظ رہے کہ مرد مومن کا یہ خطاب ارشاد کر سکی (ARISTOCRACY) کے اعیان سے ہے جن میں سے اکثر کا مدعا اس حیات چند روزہ کا عیش و آرام ہی رہا ہو گا اور اسی کی خاطر وہ فرعون کی بال میں بال جاتے رہے ہوں گے۔ ان کو انہوں نے توجہ دلائی کہ اس حیات چند روزہ کی خاطر ابدی زندگی کی بادشاہی کو قربان نہ کرو۔

وَيَقُولُ مَرَّيْ أَدْعُوكُمْ إِلَى النَّجْوَىٰ وَتَدْعُونَنِي إِلَى السَّارَىٰ ۗ مَا عَٰوَنِي بِهَا كُفْرًا بِآلِهَتِي ۚ إِنَّي أَعْتَدُ لِلْكَٰفِرِينَ أَجْرًا ۚ وَمَا أَدْعُوكُمْ إِلَى الْعَزِيزِ ۚ إِنِّي أَعْتَدُ لِلْغَٰفِرِينَ أَجْرًا (۴۱-۴۲)

قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح فرعون نے ان کی تقریر میں بعض مداخلتیں کیں اسی طرح اس مرحلہ میں قوم کے بعض اعیان نے بھی ان پر بعض اعتراضات کیے۔ فرعون کی مداخلت کا تو، جیسا کہ آپ نے دیکھا، انہوں نے کوئی نوٹس نہیں لیا اس لیے کہ اس سے انہیں کسی خیر کی امید نہیں تھی۔ لیکن قوم کے لیڈروں کی بات کا انہوں نے جواب دیا اور نہایت دسوزی و ہمدردی کے انداز میں جواب دیا۔ ان لیڈروں نے ظاہر ہے کہ یہی اعتراض اٹھایا ہو گا کہ آپ کی ساری تقریر ہمارے ان مجبوروں کے خلاف ہے جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے آئے۔ آپ کو اپنے باپ دادا کے دین پر رہنا چاہیے نہ کہ کوئی الگ دین کھڑا کرنا چاہیے۔ مرد مومن نے نہایت دسوزی کے ساتھ ان کو جواب دیا کہ یہ عجیب ماجرا ہے کہ میں تو آپ لوگوں کو نجات کی راہ کی طرف بلا رہا ہوں لیکن آپ لوگ مجھے دوزخ کی دعوت دے رہے ہیں۔ میں تو آپ لوگوں کو خدا کے عزیز و غفار کی بندگی کی دعوت دے رہا ہوں، جو کچھ بھی سکتا ہے اور نچھتے والا بھی ہے، اور آپ لوگ مجھے اس بات کی دعوت دے رہے ہیں کہ میں ایسی چیزوں کو اس کا شریک ٹھہراؤں جن کے شریک ہونے کے بارے میں مجھے



یاد کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ یہ اشارہ آخرت کی جزا و سزا کی طرف بھی ہے اور اس عذاب کی طرف بھی جس سے رسول کی تکذیب کی صورت میں انہوں نے اور اپنی قوم کو ڈرایا ہے۔ ظاہر ہے کہ جب عذاب نمودار ہو جائے گا یا آخرت سامنے آن کھڑی ہوگی تو اس وقت یہ باتیں یاد کر کے پھبتائیں گے تو سب لیکن یہ پھبتنا بالکل بے سود ہوگا۔

’وَأَفْوَضَ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ‘۔ یعنی میں نے تو جو کچھ کہنا تھا کہہ دیا۔ اب تمہیں جو کچھ کرنا ہے کر گزرو۔ اگر تم اس کلمہ حق کے سبب سے میرے دشمن بنتے ہو تو میں اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ اپنے بندوں کا محافظ اور ان کا نگرانِ حال ہے۔ إِنَّ اللَّهَ بِصِيْرَتِكُمْ لَبَاطِلٌ۔

فَوَقَّهَ اللَّهُ سَيِّئَاتٍ، مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ (۴۵)

فرعون اور اس کے اعیان کی سازشوں کی

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اس تقریر کے بعد فرعون اور اس کے تمام اعیان ان کے دشمن بن کر اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے خلافتِ طرح طرح کی سازشوں میں لگ گئے کہ کسی طرح ان کو اپنے دین میں واپس لائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی سازشوں کے شر سے ان کو محفوظ رکھا۔ اس سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ فرعون اور اس کے درباریوں نے جو سازشیں ان کو دینِ حق سے پھیرنے کے لیے کیں ان میں کوئی کامیابی ان کو نہیں ہوئی۔ اسی طرح اللہ کے جو بندے حق کا اعلان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دین و ایمان کی حفاظت فرماتا ہے۔

’وَحَاقَ بِآلِ فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ‘۔ ’آلِ فِرْعَوْنَ‘ سے ظاہر ہے کہ یہاں اس کے آل و اتباع سب مراد ہیں۔ فرمایا کہ بندہ مومن کو تو اللہ تعالیٰ نے فرعونوں کے شر سے محفوظ رکھا البتہ فرعون اور اس کے اتباع کو برے عذاب نے گھیر لیا۔ ’برے عذاب‘ سے مراد وہ فیصلہ کن عذاب ہے جس نے فرعون اور اس کی ساری فوجوں کو غرق کر دیا۔ اس کو برے عذاب سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعوت کے دوران میں متعدد عذاب اہل مصر پر آئے لیکن یہ عذاب تنبیہ و تذکیر کے لیے تھے جن میں مومن و کافر دونوں ہی آزمائے گئے لیکن یہ آخری عذاب جو آیا تو اس سے مومن تو محفوظ رکھے گئے لیکن فرعون اور اس کی نسل کی اس نے بڑا کاٹ دی۔ لفظ ’حَاقَ‘ اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس عذاب نے اس طرح ان کو اپنے احاطہ میں لے لیا کہ ان کے لیے کوئی مفر باقی نہیں رہا۔

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ (۴۶)

فرعون اور اس کے اتباع کا حال

یہ اس عذاب کی تفصیل ہے کہ برزخی زندگی میں ان کو صبح و شام دوزخ کا شہدہ کرایا جاتا ہے کہ دیکھتے رہیں کہ ان کا اصلی ٹھکانا یہ ہوگا اور جب قیامت کا دن آئے گا تو حکم ہوگا کہ فرعون اور اس کے تمام اتباع کو دوزخ کے شدید ترین عذاب میں جھونک دو۔ قرآن میں جگہ جگہ اس بات کی تشریح ہے کہ مرنے

کے بعد نیک اور نوح پران کے اعمال کے اعتبار سے کیفیات کا صدور ہونے لگتا ہے اور ارواح خبیثہ پر ان کے اعمال کے اعتبار سے۔ یہ گویا ان کے لیے جنت یا دوزخ کی تہیہ ہوتی ہے۔ پھر جب قیامت کا دن آئے گا تو جزا اور سزا اپنی اصلی شکل میں لوگوں کے سامنے آئے گی۔ حدیثوں میں عذابِ قبر کا جو ذکر آیا ہے وہ اسی برزخی زندگی سے متعلق ہے۔

وَإِذْ يَنْحَايُونَ فِي النَّارِ يَقُولُ الضُّعْفُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ بَعًا  
فَهَذَا أَنْتُمْ مُعْتَنُونَ عَنَّا نَفِيصًا مِنَ النَّارِ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا إِنَّ  
اللَّهَ قَدُ حَكَمَ بَيْنَ الْعِبَادِ (۲۴-۲۸)

لیڈروں اور پیروں کا حال دوزخ میں  
ادپریم نے اشارہ کیا ہے کہ مرد مومن کی سرگزشت ان لوگوں کی حوصلہ افزائی کے لیے بھی سائی گئی ہے جو اپنے لیڈروں کے رعب کے سبب سے اظہارِ حق میں ہچکچا رہے تھے۔ اب یہ دکھایا ہے کہ دنیا کی مجاس میں جو لوگ اپنے لیڈروں کے ڈر سے حق کے اعتراف و اعلان کی جرأت نہیں کر رہے ہیں، ایک دن آئے گا جب یہ لیڈر اور ان کے پیروؤں دوزخ میں ہوں گے اور ایک دوسرے پر لعنت و نفرین کریں گے۔ کمزور اور دبے ہوئے لوگ بڑے بننے والوں سے کہیں گے کہ دنیا میں ہم آنکھ بند کر کے آپ لوگوں کے پیرو بنے رہے تو کیا آج آپ لوگ اس عذابِ دوزخ میں سے بھی کچھ اپنے سر لینے والے نہیں گے جو ہمارے حصہ میں آیا ہے؟ بڑے بننے والے جواب دیں گے کہ اب شکوہ و شکایت کا وقت گزر گیا۔ اب تو ہمیں اور تمہیں دونوں کو اسی میں رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بالکل عدل کے ساتھ بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دیا۔ مطلب یہ ہے کہ یہ عذاب کسی کے لیے کچھ نافع نہیں ہوگا کہ وہ دوسروں کے دباؤ میں تھا اس وجہ سے باطل کا پیرو بنا رہا۔ اپنے نفس کی ذمہ داری ہر شخص پر خود ہے۔ یہ ذمہ داری وہ دوسروں پر ڈال کر ٹبک دوش نہیں ہو سکتا اس وجہ سے ہر شخص خواہ وہ کتنا ہی دبا ہوا ہو، اللہ پر بھروسہ کر کے حق کا اعلان کرے اور یہ اعتراف کرے کہ اللہ اس کی حفاظت فرمائے گا اور اگر اس راہ میں اس کی موت بھی آتی تو یہ موت شہادت کی موت ہوگی۔

یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ کفر و فسق کے ان لیڈروں کے لیے قرآن نے لفظ 'استکبروا' استعمال کیا ہے جس کے معنی ہوں گے وہ جو بڑے بنے رہے، یا وہ جو بڑائی کے گھمنڈ میں رہے، یہاں استقامت قیامت پر ہوتی ہے  
یہاں یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ کفر و فسق کے ان لیڈروں کے لیے قرآن نے لفظ 'استکبروا' استعمال کیا ہے جس کے معنی ہوں گے وہ جو بڑے بنے رہے، یا وہ جو بڑائی کے گھمنڈ میں رہے، یہاں استقامت قیامت پر ہوتی ہے  
کی تعبیر کے لیے سب سے زیادہ موزوں و معنی خیز لفظ ہے۔ اس کائنات میں بڑائی صرف اللہ کے لیے ہے اس وجہ سے ہر وہ قیادت جو اللہ کے راستے سے ہٹانے والی ہے وہ اسکا پرمانی ہے اور اس کا انجم بالآخر دوزخ ہے اس قیادت کے مدعیوں کے لیے بھی اور اس کے پیروؤں کے لیے بھی۔

وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَدْنَةَ جَهَنَّمَ ادْعُوا رَبَّكُمْ يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ  
الْعَذَابِ هَ قَالُوا أَوْ كَمْ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا قَادِعُوا  
وَمَا دَعَا الْكٰفِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ (۴۹-۵۰)

جب دوزخی دیکھیں گے کہ یہاں نہ ان کے شرکار و شفعاء کام آنے والے بنے اور نہ ان کے لیڈر ہی ان کی کوئی مدد کر سکے تو وہ ہر طرف سے مایوس ہو کر دوزخ کے دار و غولوں ہی سے التجا کریں گے کہ آپ ہی لوگ اپنے رب سے درخواست کیجیے کہ ہمارے عذاب میں زیادہ نہیں تو ایک ہی دن کی تخفیف کر دی جائے کہ ہم ذرا دم لے لیں۔ وہ جواب دیں گے کہ کیا تم لوگوں کے پاس تمہارے رسول نہایت واضح دلیلیں لے کر نہیں آتے رہے ہیں؟ وہ کہیں گے، ہاں! یہ بات تو ضرور ہے۔ وہ جواب دیں گے، اگر یہ بات ہے تو تم ہی درخواست کرو، ہم تمہارے جیسے لوگوں کے لیے کوئی درخواست نہیں کر سکتے۔

دَمَادُ غَمَّ السَّكْفِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍۭ ۙ لِيْنِ اِسْ وَقْتِ كَافِرُوْنَ كِيْ هِرْدَمَا دَفْرِيَا دَاوْرَ هِرْجِيْجِ وَبِيْكَ  
بالکل صدا بصرا ہوگی۔ نہ ان کے مزعومہ دیوی دیوتا ان کی فریادیں سنیں گے، نہ ان کے لیڈران کے کچھ کام آئیں گے اور نہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی کچھ شنوائی ہوگی۔ امید کے تمام دروازے ان کے لیے بند ہو جائیں گے۔

اِنَّا نَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الرَّاٰسُهَا (۵۱)

اس آیت کا تعلق اوپر آیت ۴۴ سے ہے۔ بیچ میں پانچ آیتیں ضمنی طور پر اس عذاب کی وضاحت کے لیے آگئی ہیں جس سے فرعون اور اس جیسے مستکبروں اور ان کے پیروؤں کو سابقہ پیش آئے گا۔ فرمایا کہ جس طرح ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور اس مرد مومن کی مدد فرمائی اسی طرح ہم اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی مدد اس دنیا کی زندگی میں بھی کرتے ہیں اور اس دن بھی کریں گے جس دن گواہ گواہی کے لیے کھڑے ہوں گے۔

اس آیت کی تاویل میں ہمارے مفسرین کو بڑی الجھن پیش آئی ہے۔ اس لیے کہ اس میں نہایت مہارت کے ساتھ اس بات کا وعدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی مدد فرمائے گا۔ اس الجھن کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات کے سامنے وہ فرق واضح طور پر نہیں ہے جو رسول اور نبی کے درمیان ہے ہم اس کتاب میں جگہ جگہ اس فرق کو واضح کرتے آرہے ہیں اس کو نگاہ میں رکھیے۔ رسولوں کے لیے سنت الہی یہی ہے کہ وہ جن قوم کی طرف بھیجے جاتے ہیں اس کے لیے وہ خدا کی عدالت ہوتے ہیں۔ اگر قوم ان کی تکذیب کر دیتی ہے تو وہ لازماً فنا کر دی جاتی ہے عام اس سے کہ وہ کسی خدائی عذاب سے تباہ ہو یا اہل حق کی تلوار سے شکست کھائے اور عام اس سے کہ یہ واقعہ رسول کے سامنے ہی پیش آئے یا رسول کے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد۔ حضرت زور علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک ہر رسول کی زندگی اس سنت الہی کی شہادت دیتی ہے اور ہم برابر اس کی وضاحت کرتے آرہے ہیں۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرَّاٰسُهَا سے مراد ظاہر ہے کہ قیامت کا دن ہے اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ہر نبی اور رسول سے گواہی دلوائے گا کہ اس نے لوگوں کو کیا تعلیم دی۔ اسی طرح امتوں سے سوال ہوگا کہ انہوں نے اپنے رسولوں کو



کیا جواب دیا۔ خدا کے ملائکہ بھی لوگوں کے اعمال کے رجسٹر کے ساتھ پیش ہوں گے۔ ان احوال کی تفصیل سورہ مائدہ اور بعض پچھلی سورتوں میں گزر چکی ہے۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الْمُظْلِمِينَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ عَذَابٍ (۵۲)

یہی اسی یوم یقیناً اللہ تعالیٰ کی وضاحت سے کہ اس دن خدائی گواہوں کی گواہی ایسی واضح، ایسی قطعی اور اتنی روشن ہوگی کہ جن بدقسمت لوگوں نے اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ہوں گے ان کا کوئی عذر بھی کچھ کارگر نہیں ہو سکے گا۔ یہاں تک کہ جو لوگ اپنی گمراہی کا ذمہ دار اپنے لیڈروں کو بنانا چاہیں گے ان کا عذر بھی مسموع نہیں ہوگا۔ ان کے لیڈر خود ان کے منہ پر مات پھینک ماریں گے کہ تم خود شامت زدہ تھے کہ تم نے یہ جانتے ہوئے کہ ہم ضلالت پر ہیں تم نے ان کی پیروی کی تو اب ہم اور تم دونوں یکساں ہیں اور دونوں ہی کو اپنے اعمال کی سزا بھگتنی ہے۔

وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ عَذَابٍ ۗ اِذْ اٰتٰى اٰنۡسٰرَ الَّذِیۡنَ کٰفَرُوۡا اٰیٰتِنَا لَعَنَآ اٰیۡمٰنَکُمۡ ۗ وَذٰکُمۡ اٰیٰتُ

بِلَادِیۡ الۡاَلْبَابِ (۵۳-۵۴)

یہ وضاحت ہے اس نصرت کی جس کا ذکر اوپر ہوا کہ فرعون اور اس کے آل و اتباع تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام اور ان پر ایمان لانے والے بنی اسرائیل، ہدایت اور کتاب الہی کی وراثت سے نوازے گئے۔

وَاُوۡدُتۡنَا بَیۡنَکُمۡ اِسۡرَآءِیۡلَ الَّذِیۡنَ کٰفَرُوۡا ۗ اِنۡتُمۡ لَعٰنَۃٌ عَلٰی اللّٰہِ ۗ اِنۡتُمۡ لَمُنۡکَرُوۡنَ ۗ

یہ کہ کتاب احکام و قوانین الہی کا مجموعہ ہوتی ہے۔ اس کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ جس ملت کو یہ عطا ہوا اس کو زمین میں غلبہ و تمکن بھی حاصل ہو۔ چنانچہ بنی اسرائیل کو یہ چیز حاصل رہی جب تک وہ اپنی کتاب پر عامل رہے۔

ہُدٰی ۗ وَذٰکُمۡ اٰیٰتُ الَّذِیۡنَ کٰفَرُوۡا ۗ اِنۡتُمۡ لَعٰنَۃٌ عَلٰی اللّٰہِ ۗ اِنۡتُمۡ لَمُنۡکَرُوۡنَ ۗ

کہ یہ لوگوں کو اللہ کی طرف رہنمائی اور اس کی باتوں کی یاد دہانی کرتی رہے لیکن یہ فائدہ دہی لوگ اٹھا سکتے ہیں جس کے اندر عقل و بصیرت ہے۔ جو لوگ عقل و بصیرت سے محروم ہو جاتے ہیں ان کے لیے کوئی چیز بھی نافع نہیں ہوتی۔ اس میں تعریف ہے ان بنی اسرائیل پر جنہوں نے اپنی ضلالت پسندی دے عقلی کے سبب سے اپنے کو اس کتاب کی روشنی سے محروم کر لیا۔

فَاٰمَنَآ بِرَبِّنَا وَقَالَ اللّٰہُ حَقُّنَا اَسۡتَغۡفِرُ لِمَنۡ یَّشَآءُ ۗ وَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ بِالۡعَشِیۡ

وَالۡاَبۡکَادِ (۵۵)

یہ بطور خلاصہ بحث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کرتی رہی کہ تم اپنی دعوت پر مجھے رہو، اللہ کا وعدہ شدنی سے۔ یہ اشارہ اس وعدے کی طرف ہے جس کا ذکر اوپر آیت ۵۱ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو

کو دنیا اور آخرت دونوں میں فخر مند کرے گا۔

”وَاسْتَعْرِضْ لِنَبِيِّكَ...“ الآية یہ تدبیر ارشاد ہوئی ہے اس صبر و استقامت کے حصول کی جو اس وعدے کے ظہور کے لیے شرط لازمی ہے کہ برابر اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے اور اپنے رب کی تسبیح و حمد کرتے رہیں۔ یہ بات اس کے عمل میں واضح ہو چکی ہے کہ حصول صبر کے لیے وسیلہ ظفر استغفار و نماز ہے۔ اور یہ بات بھی اس کے عمل میں واضح ہو چکی ہے کہ اس طرح کے خطابات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم شخصاً مخاطب نہیں ہوتے بلکہ امت کے وکیل کی حیثیت سے مخاطب ہوتے ہیں۔ جو لوگ خطاب کی اس نوعیت اور اس کی بلاغت سے اچھی طرح آشنا نہیں ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ذنب کے لفظ کی نسبت سے متوحش ہوتے ہیں حالانکہ اس کا ایک خاص محل ہے جس کی وضاحت ہم کہ چکے ہیں۔

## ۴۔ آگے کا مضمون — آیات: ۵۶-۸۵

آگے خاتمہ سورہ کی آیات ہیں جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و استقامت کی تلقین کے ساتھ نہایت واضح الفاظ میں فتح و نصرت کی بشارت اور قریش کے لیڈروں کو دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب کی دھمکی دی گئی ہے۔ اس بشارت اور وعید کے بیچ بیچ میں توحید اور قیامت کے ان آفاقی، انفسی اور اخلاقی دلائل کا حوالہ ہے جن پر یہ بشارت اور یہ وعید مبنی ہے۔

آیات کی تلاوت کیجیے۔

آیات

۸۵-۵۶

رَأَى الَّذِينَ يَجَادُونَ فِي آيَةِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَاهُمْ وَإِنْ  
فِي صُدُورِهِمْ أَكْبَرُ مَا هُمْ بِبَالِغِيهِ ۖ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ  
هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ﴿۵۶﴾ لَخَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ  
خَلْقِ النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۵۷﴾ وَمَا يَسْتَوِي  
الْأَعْمَى وَالْبَصِيرُ ۗ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا السُّيُوفُ  
قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿۵۸﴾ إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ لَّارْيَبَ فِيهَا  
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي  
أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ

جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ٦٠ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ  
 وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ  
 النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ٦١ ذُرِّيَّتُكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ؕ مَا  
 إِلَهٌ إِلَّا هُوَ فَاتَىٰ تُوْفُوكُمْ ٦٢ كَذَلِكَ يُؤْتِيكَ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ  
 اللَّهِ يَجْحَدُونَ ٦٣ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ  
 بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ؕ ذُرِّيَّتُكُمْ  
 اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ٦٤ هُوَ الْحَيُّ لَا إِلَهَ إِلَّا  
 هُوَ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ؕ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ٦٥  
 قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا  
 جَاءَ فِي الْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّي ؕ وَأُصِرْتُ أَنْ أُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ٦٦  
 هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ  
 ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شُيُوخًا  
 وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّىٰ مِنْ قَبْلٍ وَلِتَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى وَتَعْلَمُكُمْ  
 تَعْقِلُونَ ٦٧ هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ؕ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرًا فَإِنَّمَا  
 يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ٦٨ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي  
 آيَاتِ اللَّهِ أَنَّىٰ يُصْرَفُونَ ٦٩ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِسَاءِ  
 أَدْسَانِهِ رُسلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ٧٠ إِذَا الْأَعْلَىٰ فِي  
 أَعْنَاقِهِمْ وَاسْتَلْسِلُ يُسَجَّجُونَ ٧١ فِي الْحَمِيمِ ؕ ثُمَّ فِي النَّارِ

٥٢

وقف لا تذر

٥٢

علاقة ١٣

يُسْجَرُونَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ آيِنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿٤٢﴾ مِنْ دُونِ  
 اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَمْ نَكُنْ نَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا  
 كَذَلِكَ يَضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ ذُرِّيَّتُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي  
 الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿٤٤﴾ ادْخُلُوا الْبُيُوتَ  
 جَهَنَّمَ خَلِيدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٤٥﴾ قَاصِبِينَ  
 وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا فِيمَا نُؤْتِيكَ بَعْضَ الَّذِي يُعَدُّهُمْ أَوْ تَوَفِّيكَ  
 فَالْيَنَّا يُرْجَعُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَنْ  
 قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ  
 لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ فَإِذَا جَاءَ أَمْرٌ مِنَ اللَّهِ  
 بِالْحَقِّ وَخَسِرْنَا لِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿٤٧﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ  
 الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿٤٨﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ  
 وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ  
 تُحْمَلُونَ ﴿٤٩﴾ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ فَأَيَّ آيَاتِ اللَّهِ تُنْكِرُونَ ﴿٥٠﴾ أَفَلَمْ  
 يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ  
 قَبْلِهِمْ كَانُوا أَكْثَرَهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَأَثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا  
 أَغْنَى عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ  
 بِالْبَيِّنَاتِ فَرَحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ  
 يَسْتَهْزِءُونَ ﴿٥٢﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحُدَّةَ وَ

كَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿۴۳﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا  
بِأَسْمَاءَ سُنَّتَ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَالِكَ  
الْكٰفِرُونَ ﴿۴۵﴾

ع  
۱۳

جو لوگ اللہ کی آیات کے باب میں، بغیر کسی سند کے جو ان کے پاس آئی ہو، کٹ جتنی کر رہے ہیں، ان کے دلوں میں بس ایک گھنٹہ سما یا ہوا ہے جس میں وہ کبھی با مراد ہونے والے نہیں ہیں تو تم اللہ کی پناہ مانگو، وہی حقیقی سننے دیکھنے والا ہے۔ ۵۶

ترجمہ آیات

۸۵-۲۶

آسمانوں اور زمین کا پیدا کر دینا لوگوں کے پیدا کرنے سے زیادہ مشکل ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ اندھے اور بینا اور جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور وہ جو برائی کرنے والے ہیں دونوں یکساں نہیں ہو سکتے۔ تم لوگ بہت کم سوچتے ہو! بے شک قیامت آ کے رہے گی۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے لیکن اکثر لوگ ایمان نہیں لا رہے ہیں! اور تمہارے رب کا ارشاد ہے کہ مجھ کو پکارو، میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔ جو لوگ میری بندگی سے سرتابی کر رہے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں پڑیں گے۔ ۵۷-۶۰

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے رات کو تاریک بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا تاکہ تم اس میں کام کرو۔ اللہ لوگوں پر بڑا فضل والا ہے لیکن اکثر لوگ ننگے گزرا نہیں ہوتے۔ وہی اللہ تمہارا خداوند ہے، ہر چیز کا خالق، اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو تم لوگ کس طرح اوندھے ہو جاتے ہو! اسی طرح وہ لوگ بھی اوندھے ہو جاتے رہے ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کرتے رہے ہیں۔ ۶۱-۶۳

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مستقر اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری

صورت گرمی کی تو تمھاری صورتیں اچھی بنائیں۔ اور تم کو پاکیزہ چیزوں کا رزق بخشا۔ وہی اللہ تمھارا خداوند ہے۔ پس بڑی ہی بابرکت ذات ہے اللہ، عالم کے خداوند کی! وہی زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو پکارو، اسی کی خالص اطاعت کے ساتھ۔ شکر کا نزار اور اللہ ہے، عالم کا خداوند۔ ۶۴-۶۵

کہہ دو، مجھے اس بات سے روک دیا گیا ہے کہ میں ان کی بندگی کروں جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو جب کہ میرے پاس میرے رب کی طرف سے واضح آیتیں آچکی ہیں۔ اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں اپنے تئیں خداوند عالم کے حوالہ کروں۔ وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی سے، پھر نطفے سے، پھر خون کی ایک پھینکی سے۔ پھر وہ تم کو وجود میں لاتا ہے ایک بچہ کی صورت میں۔ پھر وہ تم کو پروان چڑھاتا ہے کہ اپنی جوانی کو پہنچو پھر وہ تم کو مہلت دیتا ہے کہ تم بڑھاپے کو پہنچو۔ اور تم میں سے بعض اس سے پہلے ہی مرتے ہیں اور بعض کو مہلت دیتا ہے کہ تم ایک مدت معین پوری کرو۔ اور یہ اس لیے ہے کہ تم سمجھو۔ وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور ہوتا ہے۔ پس جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس کو حکم فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ ۶۶-۶۸

ذرا ان کو تو دیکھو جو اللہ کی آیات کے باب میں کٹ جتنی کرتے ہیں! وہ کہاں پھیر دیے جاتے ہیں! جنھوں نے اللہ کی کتاب کو جھٹلایا اور ان چیزوں کو بھی جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا، وہ عنقریب جانیں گے! جب کہ ان کی گردنوں میں طوق ہوں گے اور ان کے پاؤں میں زنجیریں ہوں گی، وہ گرم پانی میں گھیٹے جائیں گے پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا، کہاں ہیں وہ جن کو تم اللہ کے سوا شریک ٹھہراتے تھے۔ وہ کہیں گے، وہ سب ہم سے کھوئے گئے بلکہ پہلے ہم کسی چیز کو بھی نہیں پوجتے رہے۔

اس طرح اللہ کافروں کے حواس گم کر دے گا۔ یہ اس سبب سے کہ تم زمین میں ناحق اترتے اور اڑھتے رہے۔ جہنم کے دروازوں میں داخل ہو، اس میں ہمیشہ رہنے کے لیے۔ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہے متکبروں کا! ۶۹-۷۰

پس ثابت قدم رہو، بے شک اللہ کا وعدہ سُدنہی ہے۔ یا تو تم کو اس کا کچھ حصہ جس کی ان کو وعید سنار ہے ہو، دکھادیں گے یا تم کو وفات دیں گے پس ان کی واپسی ہماری طرف ہوگی۔ ۷۱

اور ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے جن میں سے کچھ کے حالات تم کو سنا دیے اور ان میں سے کچھ ایسے بھی ہیں جن کے حالات تم کو نہیں سنائے اور کسی رسول کا بھی یہ مقدور نہ تھا کہ وہ کوئی تشافی اللہ کے اذن کے بدون لاسکے۔ پس جب اللہ کا حکم آجائے گا، عدل کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور اس وقت اہل باطل خسارے میں پڑیں گے۔ ۷۲

اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے کہ تم بعض سے سواری کے کام لو اور ان میں سے کچھ تمہاری غذا کے کام آتے ہیں اور ان میں تمہاری دوسری منفعتیں بھی ہیں اور اس لیے بھی بنائے ہیں کہ ان کے ذریعہ سے اپنے دلوں کے کسی مقصد تک پہنچو اور ان پر اور کشتیوں پر تم سوار کیے جاتے ہو۔ ۷۳-۸۰

اور وہ تم کو اور بھی اپنی بے شمار نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کا انکشاف کرو گے؛ کیا یہ لوگ ملک میں چلے پھرے نہیں کہ دیکھتے کہ کیا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔ وہ ان سے زیادہ تھے زمین میں اپنے آثار کے اعتبار سے اور بڑھ چڑھ کر تھے اپنی قوت و جمعیت کے لحاظ سے تو ان کے یہ سارے کارنامے ان کے کچھ

کام نہ آئے۔ ۸۱-۸۲

پس جب ان کے پاس ان کے رسول نہایت واضح دلیلوں کے ساتھ آئے تو وہ اپنے اسی علم پر نازاں رہے جو ان کے اپنے پاس تھا اور ان کو گھیر لیا اس عذاب نے جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ پس جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھا بلکہ کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور ان چیزوں کے ہم منکر ہوئے جن کو ہم اللہ کا شریک گردانتے تھے۔ پس ان کا ایمان جو وہ عذاب دیکھنے کے بعد لائے، ان کے لیے کچھ نفع دینے والا نہیں بنا۔ یہی اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جو اس کے بندوں میں پہلے ظاہر ہوتی رہی ہے اور اس وقت کفر کرنے والے نامراد ہوئے۔

۸۳-۸۵

## ۵۔ الفاظ کی تحقیق اور آیات کی وضاحت

إِنَّ الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ آيَاتُ فِي صُدُورِهِمْ  
إِلَّا كِبْرًا مَّا هُمْ بِبَالِيغِيهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ (۵۶)

یہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی گئی ہے کہ آج جو لوگ، بغیر کسی دلیل و سند کے، اللہ کی آیات کے باب میں تم سے جھگڑ رہے ہیں ان کی پروا نہ کرو۔ آیات سے مراد توحید و آخرت کی وہ دلیلیں ہیں جو اوپر مختلف اسلوبوں سے مذکور ہوئیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کی مخالفت کا سبب یہ نہیں ہے کہ ان سے حق مخفی ہے یا ان کے پاس اس کے خلاف کوئی دلیل ہے بلکہ یہ صرف اس وجہ سے مخالفت کر رہے ہیں کہ اگر انہوں نے تمہاری بات تسلیم کر لی تو یہ تمہاری برتری تسلیم کر لینا ہے جس سے ان کا پندار سیادت مجروح ہوتا ہے۔

مَّا هُمْ بِبَالِيغِيهِ ۚ فرمایا کہ اپنے اس پندار میں یہ باعرا دہونے والے نہیں ہیں، اب فیصلہ تقدیر یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں اس کلمہ حق کا بول بالا کرے گا اور تمہارے یہ مخالفین دنیا اور آخرت دونوں میں رسوا ہوں گے۔

فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۗ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ یعنی اپنے اس غرور کے سبب سے یہ تمہارے درپے مخالفین کے تر آثار بھی ہوں گے لیکن تم اس کی پروا نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو اپنے اللہ کی پناہ میں دو اور اطمینان رکھو کہ اصل سنے دیکھنے والا وہی ہے۔ وہی تم کو ان منکروں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

کائنات



لَخَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ (۵۷)

لوگوں کو دوبارہ پیدا کر دینا آسان تو یہ ان کی جہالت ہے۔ جو خدا اپنی قدرت سے آسمانوں اور زمین کو وجود میں لاسکتا ہے۔ آخر اس کے ذمہ زمین کے پیدا کر دینا کیوں مشکل ہو جائے گا! زیادہ مشکل کام پہلا ہے یا دوسرا! اگر اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے کام کر سکتا ہے اور ثابت ہے کہ کر سکتا ہے تو یہ کام کیوں نہیں کر سکتا جو ان سے کہیں چھوٹا ہے؛ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ یعنی ہے تو یہ بالکل واضح حقیقت، ہر شخص کی سمجھ میں آنی چاہیے، لیکن اکثر لوگ اسکی واضح حقیقت، بھی نہیں سمجھ رہے ہیں۔

وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَلَا الَّذِينَ كَفَرُوا قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۚ إِنَّ السَّاعَةَ لَأْتِيَةٌ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ (۵۸-۵۹)

آخرت کا اخلاق ضرورت کی اخلاقی ضرورت، واضح فرمائی کہ اگر آخرت نہیں ہے، جیسا کہ یہ لوگ گمان کیے بیٹھے ہیں، تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ یہ دنیا ایک اندھیر نگری ہے۔ اس کے خالق کے نزدیک عقل و دل کے اندر سے اور عقل و بصیرت رکھنے والے دونوں یکساں ہیں اور نیکو کار اور بدکار میں اس کے نزدیک کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ یہ بات بالبداهت غلط ہے۔ اس سے خدا کی صفات عدل، حکمت، رحم اور قدرت کی نفی ہو جاتی ہے جو دوسرے الفاظ میں خود خدا کی نفی کے ہم معنی ہے۔ اس وجہ سے قیامت کا آنا لازمی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے لیکن تعجب ہے کہ اکثر لوگ اس بدیہی حقیقت پر بھی ایمان نہیں لارہے ہیں۔ 'أَعْمَىٰ' یہاں عقل و دل کے اندھوں کے لیے استعمال ہوا ہے اور 'بَصِيرٌ' سے مراد وہ لوگ ہیں جو بصارت کے ساتھ بصیرت رکھنے والے اور اللہ کی نشانیوں پر غور کرنے والے ہیں۔

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ یہ حقائق ایسے غفی نہیں ہیں کہ کسی کی سمجھ میں آ ہی نہ سکیں۔ لیکن جو لوگ سرے سے اپنے سمج و بصیرت سے کام ہی نہیں لینا چاہتے ان کا کیا علاج۔

وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ (۶۰)

لفظاً استجباً یہاں اعراض کے مفہوم پر متفق ہے۔ حوت عن اس پر دلیل ہے۔

آخرت کی یاد دہانی کے بعد یہ توحید کی یاد دہانی ہے کہ تمہارا رب یہاں اعلان کر چکا ہے کہ مجھ سے مانگنے کے لیے کسی سید کے واسطے اور وسیلہ کی ضرورت نہیں ہے۔ جس کو مانگنا ہو وہ مجھ سے مانگے، میں اس کی درخواست کا ذمہ نہیں قبول کروں گا۔ مطلب یہ ہے کہ جب میں نے اپنے دروازے پر کوئی پہرہ نہیں بٹھایا ہے تو دروازوں کو

سفر شنبانے اور ان کی خوشامد کی کیا ضرورت ہے؟ بہتر کہین کے اس وکم کی تردید ہے کہ خدا تک پہنچنے کا ذریعہ ان کے مزعمہ شکر کا دوشغفا ہی ہیں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اور اپنے بندوں کے درمیان اس قسم کے وسائل عامل نہیں کیے ہیں بلکہ ہر بندہ اس سے برا و راست تعلق پیدا کر سکتا ہے اور اس سے دعا و التجا کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

”اَسْتَجِبْ لَكُمْ“ کا مدعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی ہر صحیح دعا ضرور قبول فرماتا ہے۔ اگر کوئی دعا قبول نہیں فرماتا یا اس کو مؤخر کرتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے قبول نہ کرنے یا اس کے مؤخر کرنے ہی میں اس کی حکمت ہے۔ بندے کو چاہیے کہ اس پر راضی رہے اس لیے کہ اسی میں اس کے لیے خیر ہے۔ خدا کو چھوڑ کر دوسروں کا دامن پکڑنا بالکل بے سود ہے اس لیے کہ رزق قبول تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے اور انہی حکمتوں کو صرف وہی جانتا ہے۔ قبولیتِ دعا کے باب میں اللہ تعالیٰ کی جو سنت ہے اس پر اس محل میں گفتگو ہو چکی ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ ..... الْآيَةُ فرمایا کہ میری اس منادیِ عالم کے باوجود لوگ محض اپنے غرور کے سبب سے میری بندگی سے اعراض کر رہے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ عنقریب اس غرور کی پاداش میں ذلیل ہو کر جہنم میں پڑیں گے۔

اد پر آیت ۵۶ میں یہ بات گزر چکی ہے کہ جو لوگ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے تھے وہ کسی دلیل یا کسی ذاتی شبہ کی بنا پر ایسا نہیں کر رہے تھے بلکہ محض اس بنا پر کر رہے تھے کہ اس سے ان کے غرور و ریادت کو ٹھیس لگ رہی تھی۔ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے ان کی بات مان لی تو ہم بیٹھے اور یہ ہم پر بالا ہو جائیں گے۔ انہی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ جو لوگ حق سے اعراض و محض بر بنائے غرور کر رہے ہیں، وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں پڑیں گے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْا كُمْ اَلِيْلًا لِّتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَاَلْتَّهَادُ مُبْصِرَاتًا اِنَّ اللّٰهَ لَدُوْا فَضِيْلٌ عَلٰى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ه ذِكْرُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۗ وَاِلٰهًا اِلَّا هُوَ ۗ فَاِنِّيْ تَوَفَّكُوْنَ (۶۱-۶۲)

ان آیات میں اَلِيْل کے بعد مُظْلِمًا اور مُبْصِرًا کے بعد تَعْمَلُوْا کے الفاظ بر بنائے قرینہ غیروہ ہیں۔ اس حذف کی رضاحت اس کے محل میں ہو چکی ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ان نشانیوں کی طرف توجہ دلائی ہے جو ایک ہی ساتھ توحید اور معاد دونوں کو ثابت کرنے والی ہیں۔ ربوبیت کے پہلو سے یہ قیامت پر دلیل ہیں اور توفیق کے پہلو سے توحید پر۔ فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس نے رات کو تمہارے لیے خشک اور تاریک بنایا کہ تم اس میں سکون حاصل کرو اور دن کو روشن بنایا کہ تم اس میں کام کرو یہ لوگوں پر اللہ کا عظیم فضل و احسان ہے لیکن اکثر لوگ اس کے شکر گزار

نہیں ہونے۔

مطلب یہ ہے کہ دوسری تمام نشانیوں سے قطع نظر کر کے اگر رات اور دن کی خلقت ہی پر غور کریں تو انہیں معلوم ہوگا کہ ان کا خالق نہایت ہی مہربان ہے۔ اس نے ان کی معاشی سرگرمیوں کے لیے دن بنایا تو آرام و سکون کے لیے رات بھی بنائی۔ حالانکہ اگر وہ برابر دن ہی دن رکھتا جب بھی کوئی اس کا ہاتھ پکڑنے والا نہ تھا یا رات ہی رات مسلط رکھتا جب بھی کسی کی قدرت نہیں تھی کہ دن کی روشنی سے فیضیاب کر سکے۔ اس کی اس رحمت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ لوگ اس کے شکر گزار ہوں لیکن اکثر لوگ اس کے شکر گزار نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ کی اس رحمت و ربوبیت کا لازمی تقاضا یہ بھی ہے کہ وہ ایک ایسا دن لائے جس میں ان لوگوں کو انعام دے جنہوں نے اس کی نعمتوں کا حق پہنچا نا اور اسی کے شکر گزار رہے اور ان لوگوں کو سزا دے جنہوں نے اس کی نعمتوں سے فائدہ تو اٹھایا لیکن اس کی ناشکری کی۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ ناشکرے اور شکر گزار دونوں اس کے نزدیک یکساں ہیں۔ یہ بات بالبداهت غلط اور اس کے عدل کے خلاف ہے۔

رات اور دن کی یہ سازگاری کہ دونوں مل کر انسان کی پرورش کرتے ہیں اس بات کی دلیل ہے کہ اس کائنات میں جو چیزیں بظاہر افساد کی شکل میں نظر آتی ہیں ان کے اندر بھی بڑی گہری وابستگی و پیوستگی ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ایک بالاتر حکیم ہستی ان تمام افساد کو اپنی حکمت کے تحت استعمال کر رہی ہے۔ اسی کا ارادہ سب پر ماحم اور وہی ہر چیز کا خالق و مالک ہے۔ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ خَائِفٌ لِّشَيْءٍ مِّنْ لَّدَائِلِهِ إِلَّا هُوَ تَوَّابٌ حَكِيمٌ

كَذَلِكَ يُؤْتِكُمُ اللَّهُ الْغَنَىٰ كَمَا تُوَابَايَاتِ اللَّهُ يَجْعَلُ مَا يَشَاءُ

یہ قریش کو تنبیہ ہے کہ جس طرح تمہاری عقل الٹ گئی ہے کہ قرآن کی سیدھی سادی بات کا انکار کر کے الٹی راہ چل رہے ہو اسی طرح تم سے پہلے بھی قومیں گزری ہیں جو اللہ کی آیات کا انکار کر کے الٹی چال چلتی رہی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو انجام ان کا ہوا وہی انجام تمہارا بھی ہوگا اگر تم نے انہی کی روش اختیار کی ہے۔

ایک تنبیہ

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ قَرَارًا وَاسْمَاءً بَنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوْرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الْمَطَّيْبَاتِ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ (۶۴)

توحید اور معاد کا وہی مضمون جو اوپر گزرا، ایک نئے اسلوب سے واضح فرمایا کہ اللہ ہی ہے جس نے مٹی سے انسان کو بنایا اور اس طرح تمہارے لیے وہ گہوارہ تعبیر ہوا جس میں تم زندگی

توحید اور معاد کا

مضمون اپنے اسلوب

بسر کرتے ہو۔ ان دونوں کا تلازم اور ان کی باہمی سازگاری اس بات کی کھلی ہوئی دلیل ہے کہ ان دونوں پر ایک ہی خدا کا تصرف ہے۔ اگر ان کے الگ الگ خدا ہوتے تو اس مکان کا تمہاری رہائش کے لیے منزلوں ہونا تو درکنار اس کا وجود میں آنا ہی ممکن نہیں تھا۔ پس ثابت ہوا کہ اللہ ہی ہے جس نے تمہارے لیے یہ گھر بنایا ہے اور آسمانوں اور زمین دونوں میں اسی کی حکمرانی دکا فرمائی ہے۔

وَصَوَّدَكُمْ فَاَحْسَنَ صَوْدَكُمْ؛ یعنی ایک آراستہ و پیراستہ گھر تیار کر کے اس میں تم کو بوجہ بخشا پھر تمہاری سورت گری کی؛ اس سورت گری میں بھی تمہارے اوپر یہ خاص فضل فرمایا کہ اس دنیا کی دوسری مخلوقات کے مقابل میں تمہاری سورت نہایت اچھی بناٹی۔ احسان کے معنی کسی کام کو نہایت حسن و خوبی کے ساتھ کرنے کے ہیں۔ قرآن میں یہی مضمون دوسرے الفاظ میں یوں بیان ہوا ہے: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (۳۱) ہم نے انسان کو بہترین ساخت پر بنایا۔ بہترین ساخت سے مراد ظاہر ہے کہ صرف شکل و صورت کی ساخت نہیں ہے بلکہ ان ماری و مصنوعی قوتوں اور صلاحیتوں کی نہایت اعلیٰ ترتیب و تشکیل بھی ہے جن کی بدولت انسان کو اس دنیا کی دوسری مخلوقات پر برتری حاصل ہوئی۔

وَدَرَزَكُمْ مِّنْ اَنْطَبِيْتٍ؛ یعنی جس طرح اس نے تمہاری رہائش کے لیے نہایت اعلیٰ مکان آراستہ کیا اسی طرح تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا۔

ذُرِّبَكُمْ اللهُ ذُرِّيْبًا فَتَبَارَكَ اللهُ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ؛ پس لاریب وہی تمہارا بھی رب ہے اور اس عالم کا بھی رب ہے اور وہ بڑا ہی بانیض اور برکت والا ہے۔

هُوَ الْحَيُّ لِلّٰهِ الْاَلٰهُو فَاَدْعُوْا مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

الْعٰلَمِيْنَ (۶۵)

یعنی حقیقی زندہ اور زندگی بخش وہی ہے۔ اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ، جیسا کہ دوسرے مقام میں ارشاد ہوا ہے، اموات غیر احیاء؛ زندگی سے محروم مردے ہیں۔ وہ نہ سنتے ہیں نہ کسی کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان کو پکارنا بالکل لاعاصل ہے تو اللہ ہی کو پکارو اور پورے اخلاص کے ساتھ اسی کی اطاعت کرو۔ اس لیے کہ شکر کا سزاوار اللہ ہی ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔

قُلْ اِنِّيْ مُهْتَبِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ مَتَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَمَا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّيْ وَاُمِرْتُ اَنْ اَسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (۶۶)

یہ ان مناظرہ بازوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے فیصلہ کن جواب دلویا ہے جو آباہی دیوتاؤں مناظرہ بازوں کی حمایت میں آپ سے لڑ رہے تھے۔ فرمایا کہ ان کو خبردار کرو کہ مجھے ان تمام دیوتاؤں کی پرستش سے روک کر فیصلہ کن دیا گیا ہے جن کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو۔ خواہ تم کتنا ہی زور لگاؤ میں ان کی پرستش نہیں کر سکتا بالخصوص جواب

جب کہ میرے رب کے پاس سے اس باب میں نہایت روشن دلیلیں بھی میرے پاس آچکی ہیں۔ مجھے یہ ہدایت ہوئی ہے کہ میں اپنے آپ کو کلیتہً عالم کے خداوند کے حوالہ کر دوں یعنی عبادت بھی اسی کی کروں اور اطاعت بھی اسی کی کروں۔ یہ اعلان برادرت اس لیے کیا گیا کہ مخالفین کے ذہن کے کسی گوشہ میں اگر یہ توقع ہو کہ وہ دباؤ ڈال کر آپ کو کچھ نرم کر لیں گے تو وہ اس سے بالکل ہی مایوس ہو جائیں۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُعْزِبُكُمْ طِفْلًا  
ثُمَّ لِيَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شِيخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلٍ وَلْيَبْلُغُوا  
أَجَلًا مُّسَمًّى ۚ وَكَانَ لَكُمْ تَعْقِلُونَ (۶۷)

اس آیت میں کلام کے بعض اجزاء عربی زبان کے معروف اسلوب کے مطابق مخدوف ہیں۔ ترجمہ میں ہم نے وہ مخدوفات واضح کر دیے ہیں اور دوسرے مقام میں ان کے نظائر بھی ہم پیش کر چکے ہیں۔

آیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی خلقت جن ادوار و مراحل میں سے گزرتی ہے اگر انسان انہی

پہلو کرے تو خدا کی قدرت و حکمت اور توحید و آخرت ہر چیز واضح کر دینے کے لیے وہی کافی ہیں فرمایا

کہ اس نے تمہاری خلقت کا آغاز مٹی سے کیا، پھر تمہاری نسل کا سلسلہ پانی کی بوند سے چلایا۔ پانی کی یہ

بوند اولاً خون کی ایک پتلی کی شکل اختیار کرتی ہے پھر تدریج نشوونما پا کر ایک جنین کی شکل اختیار کر

لیتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس کو ایک جینے جاتے جگتے بچہ کی صورت میں ماں کے پیٹ سے برآمد کرتا ہے۔

ثُمَّ لِيَبْلُغُوا أَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُونُوا شِيخًا ۚ یعنی پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ تم کو پروان

چڑھاتا ہے کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو اور پھر تمہیں زندگی کی مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ تم بڑھاپے کو

پہنچ جاتے ہو۔ گو یاد رزوں فعلوں سے پہلے پروان چڑھانے اور مہلت دینے کا مضمون مخدوف ہے۔

وَمِنْكُمْ مَنْ يُتَوَفَّى مِنْ قَبْلٍ وَلْيَبْلُغُوا أَجَلًا مُّسَمًّى ۚ یعنی ایسا نہیں ہوتا کہ تم میں سے ہر ایک

کو جوانی تک پہنچنا نصیب ہوتا ہو بلکہ تم میں کتنے ایسے ہوتے ہیں جو بچپن ہی میں فوت ہو جاتے ہیں اور

کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کو زندگی کی مہلت نصیب ہوتی ہے لیکن بس ایک وقت معین تک۔ ایسا

نہیں ہوتا کہ کسی کو غیر محدود زندگی حاصل ہو جائے۔ اس کھڑے میں بھی 'لِيَبْلُغُوا' سے پہلے یہ مضمون مخدوف

ہے کہ تم میں سے کتنے ایسے ہوتے ہیں جن کو زندگی کی مہلت نصیب ہوتی ہے۔

وَكَانَ لَكُمْ تَعْقِلُونَ ۚ یہ علت بتاتی ہے اس بات کی کہ اللہ نے تمہاری زندگی کو اتنے پیچ و پم سے

کیوں گزارا ہے؟ کیوں ایسا نہیں ہوا کہ وہ بنے بنائے انسان زمین سے اٹھا کھڑے کر تا یا آسمان سے

اتار دیتا؟ فرمایا کہ ایسا اس نے اس لیے کیا کہ تم اپنے وجود کے ان تمام مراحل پر غور کرو اور اپنے رب

کی شانوں اور اس کی قدرت و حکمت کو سمجھو اور ان پر ایمان لاؤ۔ یہ اشارہ اس کے محل میں ہم کر چکے ہیں

کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دنیا اس طرح بنائی ہے کہ یہ ان تمام حقائق کی تعلیم کے لیے ایک بہترین تعلیم گاہ بن

گئی ہے جن کا سمجھنا اور ماننا انسان کی صلاح و فلاح کے لیے ضروری ہے۔ یہاں بھی 'تَعَلَّمُوا' سے پہلے یہ مضمون مخدوف ہے کہ اللہ نے تمہاری خلقت جو اس طرح بنائی ہے تو اس لیے کہ تم اس خلقت پر غور کرو اور اپنے رب کی قدرت و حکمت کو سمجھو۔

جو خدا اتنی قدرت و حکمت کے ساتھ انسان کو وجود میں لاتا ہے، جس کو بلا شرکت غیرے ہر ایک کی زندگی اور موت، جوانی اور پیری پر کئی اختیار حاصل ہے، جس نے ہر ایک کے لیے زندگی کی ایک بوت ٹھہرا رکھی ہے، کیا وہ خدا لوگوں کو دوبارہ نہیں پیدا کر سکتا یا کوئی اور اس کے ارادے میں مزاحم ہو سکتا ہے! پس ثابت ہوا کہ وہ وعدہ لا شریک ہے اور وہ لازماً لوگوں کو ایک روز جزا و سزا کے لیے اکٹھا کرے گا اور اس کے لیے یہ کام ذرا بھی مشکل نہیں ہے۔ اس مضمون کو اچھی طرح سمجھنے کے لیے سورہ فاطر آیت ۱۱ پر ایک نظر ڈال لیجیے۔

هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَإِذَا قُضِيَ الْأَمْرُ فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (۶۸)

یعنی زندگی اور موت تمام تراسی کے اختیار میں ہے اور اس کی قدرت کا حال یہ ہے کہ جب وہ کسی کام کے کرنے کا فیصلہ کر لیتا ہے تو کوئی چیز اس کے ارادے میں مزاحم نہیں ہو سکتی۔ وہ فرماتا ہے کہ ہو جاتو وہ ہو جاتی ہے اور اسی طرح ہو جاتی ہے جس طرح وہ چاہتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ قیامت کو بھی یوں ہی سمجھو۔ جب وہ اس کو لانا چاہے گا تو اس کے ایک کلمہ کن سے وہ چشم زدوں میں آجائے گی۔

أَلَمْ تَدْرَأِیَ الْاٰیٰتِیْنَ یُجَادِدُوْنَ فِیْ اٰیٰتِ اللّٰهِ ۙ اَنۡیۡ یُّصَرِّفُوْنَ (۶۹)

یعنی یہ حقائق بالکل واضح ہیں لیکن ان شامت زدوں کو دیکھو، کس طرح ان کی مت ماری گئی ہے کہ وہ اللہ کی ان واضح آیات کی تکذیب کے لیے کٹ جیتی کر رہے ہیں۔

اَلَّذِیۡنَ اٰتٰوْا بِالکِذِبِ ۚ وَبِمَا اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا تَفٰسُوْۤتَ یَعْلَمُوْنَ (۷۰)

کتاب سے مراد قرآن مجید ہے۔ یہ ان کے جرم کا بیان ہے کہ انہوں نے قرآن کی بھی تکذیب کی اور ان تمام تعلیمات کی بھی جن کے ساتھ ہم نے اپنے رسولوں کو بھیجا۔ تمام رسولوں کی تعلیم بنیادی طور پر یہی رہی ہے جو قرآن دے رہا ہے تو قرآن کی تکذیب سب کی تکذیب ہوئی۔ 'تَفٰسُوْۤتَ یَعْلَمُوْنَ' یہ دھکی سہے۔ یعنی اگر انہوں نے یہ جبارت کی ہے تو عنقریب وہ اس کا انجام بھی دیکھیں گے۔

اِذۡ اَلَاغْلٰظُ فِیۡۤ اَعۡنَاقِهِمۡ ۙ وَاسۡسَلٰیۤمٌ ۙ یُّسۡحَبُوْنَ ۙ فِیۡ الْحَمِیۡمِ ۙ ثُمَّ فِی النَّارِ

یُسۡجَرُوْنَ (۷۱-۷۲)

'فَاَسۡسَلٰیۤمٌ' کے بعد 'فِیۡۤ اَرۡجُلِهِمۡ' کے الفاظ میرے نزدیک مخدوف ہیں۔ ترجمہ میں ان کو میں نے کھول دیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ انہوں نے اسکیبار کی بنا پر اللہ کی آیات کی تکذیب کی اس وجہ سے ان کی گردنوں میں طوق ڈالے جائیں گے اور ان کے پاؤں میں زنجیریں پہنائی جائیں گی۔ اس کے بعد

وہ گرم پانی میں گھیٹے جائیں گے پھر دوزخ میں جھونک ادیے جائیں گے۔ سُبْحَانَ التَّوْرَةِ کے معنی ہیں تنور کو ایندھن سے بھر دیا۔

ثُمَّ قَبِيلَ لَهُمْ آيِنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ مِنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَكُمْ سَكُنٌ تَدْعُوا مِنْ قَبْلُ شَيْئًا كَذَبًا كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ (۴۰، ۴۱)

اس کے بعد ان سے سوال ہوگا کہ اب بتاؤ، خدا کی پکڑ سے بچانے کے لیے اس کے مقابل میں دوسرے جو شریک تم نے ٹھہرا رکھے تھے، وہ کہاں گئے! اگر وہ ہیں تو ان کو بلاؤ، تمہیں اس عذاب سے چھڑائیں! مِنْ دُونِ اللَّهِ یہاں اللہ کے مقابل کے مفہوم میں ہے اور اس مفہوم میں یہ آتا ہے۔ اس کی وضاحت اس کے عمل میں ہو چکی ہے۔

وہ جواب دیں گے کہ وہ تو سب ہم سے کھوئے گئے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس سے پہلے ہم کسی چیز کو پوجتے ہی نہیں تھے۔ یعنی پہلے وہ میں تو وہ اقرار کر لیں گے کہ ان کے کچھ معبود تھے جن کی وہ پرستش کرتے رہے تھے لیکن یہاں ان میں سے کوئی بھی ان کی مدد کے لیے موجود نہیں ہے لیکن پھر جب وہ یہ محسوس کریں گے کہ ان کی عبادت کی پاداش ہی میں ان کو اس ہولناک انجام سے دوچار ہونا پڑا ہے تو ان کا انکار کر دیں گے کہ شاید یہ انکار ان کے لیے کچھ نافع ہو جائے۔ قرآن کے دوسرے مقامات سے بھی یہ بات نکلتی ہے کہ قیامت کے دن مشرکین پر ایسی بدحواسی طاری ہوگی کہ وہ ایک ہی سانس میں اپنے معبودوں کا اقرار بھی کریں گے اور انکار بھی۔ سورہ النعام کی آیات ۲۳-۲۴ کے تحت اس پر بحث گزر چکی ہے۔

كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ؛ یہ اشارہ ان کے اسی اقرار و انکار کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ان کو اس طرح حواس باختہ کر دے گا کہ ان کو کچھ ہوش نہیں رہے گا کہ ابھی وہ کیا کہہ گزرے ہیں اور اب کیا کہہ رہے ہیں۔ اس کی وضاحت پیچھے بھی ہو چکی ہے اور آگے یہ مضمون ختم المسجدة کی آیت ۴۸ میں بھی آ رہا ہے وہاں ان شاء اللہ اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی۔

ذِكْرُكُمْ إِنَّمَا كُنْتُمْ تَصَرُّحُونَ فِي الْأَرْضِ بِعَيْبِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَسْمَعُونَ (۵)

یعنی یہ جو کچھ تمہارے سامنے آیا ہے نتیجہ ہے اس بات کا کہ تم زمین میں بلا کسی حق کے اکرٹے اور اترتے تھے۔ دنیا میں جو چیزیں بھی تمہیں ملیں ان میں سے کوئی چیز بھی تمہاری ذاتی نہیں بلکہ ہر حسینہ اللہ تعالیٰ کی بخشی ہوئی تھی اس وجہ سے ان کا حق یہ تھا کہ تم اپنے رب کے شکر گزار اور اس کے فرمانبردار بنتے لیکن تم نے اللہ کی بخشی ہوئی نعمتوں کو اپنا ذاتی حق سمجھا اور غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر اکرٹے اور اترنے لگ گئے اور اس غرور میں اللہ کے ان رسولوں کی بھی تم نے توہین و تکذیب کی جنہوں نے تمہیں اصل حقیقت کی یاد دہانی کرنی چاہی۔

آسمان و زمین کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ اور اسی کی ملکیت ہے اس وجہ سے صرف اسی کے

یہ تمکبر زبیا ہے کسی دوسرے کے لیے یزبیا نہیں ہے۔ اگر کوئی دوسرا تمکبر کرتا ہے تو یہ یغیر العقی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خاص ردا اپنے اوپر ڈالنے کی جبارت کر رہا ہے جو شرک ہے۔ اَلْمُكْبِرُ بِالْمُرَادِ اِي فِي اِسْمِ اِسِي حَقِيْقَتِ كِي يَادُو بَانِي كِي گئی ہے۔

اَدْخُلُوا الْاَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِيْنَ فِيْهَا ۚ فَبِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ (۶)

یعنی اب غدر و معذرت بالکل بے سود ہے۔ یہ جہنم کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، اشارہ حکم کے ان سات دروازوں کی طرف ہے جن کی تفصیل دوسرے مقام میں ہو چکی ہے۔ ارشاد ہو گا، ان میں داخل ہو جاؤ اور اب اسی میں ہمیشہ رہنا ہے، کبھی اس سے نکلنے کی توقع نہ رکھنا فَبِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ۔ یہ ان سے منہ پھیر کر ارشاد ہو گا کہ کیا ہی بُرا ٹھکانا ہو گا جو ان متکبروں کے حصہ میں آئے گا!

فَاَصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا سَوْيْكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ تَتَوَقَّيْتَكْ فَاَلَيْسَا يَرْجِعُوْنَ (۷)

یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی ہے کہ ان لوگوں کی ان حرکتوں پر صبر کرو۔ جس عذاب آنحضرت مسلم کی دھکی ان کو دی جا رہی ہے، اگر انھوں نے اپنی روش نہ بدلی تو وہ لازماً ظہور میں آ کے رہے گا۔ یا تو تمہاری زندگی ہی میں اس کا کچھ حصہ ظہور میں آئے گا اور اگر ایسا نہ ہوا تو بالآخر انھیں ہمارے ہی پاس لوٹنا ہے، ہم آخرت میں ان کو اس کا مزا چکھائیں گے۔ یہ امر یہاں ملحوظ رہے کہ اللہ تعالیٰ کے رسولوں نے اپنی قوموں کو دو قسم کے عذابوں سے ڈرایا ہے۔ ایک وہ عذاب جو اسی دنیا میں پیش آتا ہے اگر قوم رسول کی تکذیب کر دیتی ہے اور دوسرا وہ عذاب جس سے آخرت میں سابقہ پیش آئے گا نہ یہاں بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ سے اسی دنیا کے عذاب کی طرف اشارہ ہے اس لیے کہ یہ اپنی حقیقت کے اعتبار سے اسی عذاب آخرت کا ایک حصہ ہے جس سے تمام کفار و مشرکین کو لازماً آخرت میں سابقہ پیش آنا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو، رسولوں کی عام سنت کے مطابق، بصورت تکذیب اس دنیا میں بھی۔ عذاب کی وعید دی گئی تھی لیکن آپ کی قوم کی اکثریت اسلام لائی اس وجہ سے اس پر اس طرح کا کوئی عذاب نہیں آیا جس طرح کا عذاب سابق رسولوں کے مکذبین پر آیا بلکہ اس کے اقرار کا مواخذہ آخرت پر اٹھا رکھا گیا جس کی طرف فَاَلَيْسَا يَرْجِعُوْنَ کے الفاظ سے اشارہ فرمایا گیا ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ يَنْقُصْ عَلَيْكَ ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُولٍ اَنْ يَّاتِيَ بِالْبَيِّنَةِ الْاِلٰهِيَّةِ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ فَاِذَا جَاءَ اَمْرًا لِّلّٰهِ قُضِيَ بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُوْنَ (۸)

یہ وہی تسلی کا مضمون ایک خاص پہلو سے واضح فرمایا جا رہا ہے۔ رسولوں کے مکذبین کی یہ عام روش تسلی کا ایک خاص پہلو رہی ہے کہ جب ان کو رسول نے اللہ کے عذاب سے ڈرایا تو قوم نے رسول کو زچ کرنے کے لیے اس



عذاب کا کوئی نمونہ دکھانے کا مطالبہ کیا۔ اس مطالبہ کا ایک جواب اور والی آیت میں دیا گیا اب اسی کا ایک اور پہلو واضح فرمایا گیا ہے کہ رسولوں کی تاریخ شاہد ہے کہ اس طرح کی نشانیاں دکھانے کا معاملہ رسولوں کے اختیار میں نہیں ہوتا بلکہ اس کا تعلق تمام تر اللہ تعالیٰ کی حکمت سے ہے۔ اگر اس کی حکمت کا تقاضا ہوتا ہے تو وہ عذاب بھیجتا ہے اور اگر نہیں ہوتا تو نہیں بھیجتا۔ اس چیز کا مطالبہ لوگوں کو نہ رسول سے کرنا چاہیے اور نہ رسول کو لوگوں کے اس مطالبہ سے پریشان ہونا چاہیے۔ البتہ یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ جب اللہ کا حکم عذاب کے لیے صادر ہو جاتا ہے تو ٹھیک ٹھیک انصاف کے مطابق فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اس وقت شامت انہی لوگوں کی آتی ہے جو حق کو جھٹلاتے اور رسولوں کی تکذیب کرتے ہیں۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَنْعَامَ لِتَكْتُمُوا بِهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۚ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۚ وَوَيْبُكُمْ آيَاتِهِ ۗ فَآيَ آيَةِ اللَّهِ تُشْكِرُونَ (۴۹-۵۱)

ادھر کی آیت میں نشانی عذاب کے مطالبہ کی طرف اشارہ گزرا۔ وہاں رسول کو یہ اطمینان دلایا تھا کہ اس چیز کا تعلق اللہ تعالیٰ سے ہے اس وجہ سے معاملہ اسی کے سپرد کرنا چاہیے۔ اس آیت میں عذاب کی نشانی کا مطالبہ کرنے والوں کو ربوبیت کی نشانیوں کی طرف توجہ دلائی کہ عذاب ہی کی کوئی نشانی کیوں مانگتے ہو، خدا کی ربوبیت کی بے شمار نشانیوں پر کیوں نہیں غور کرتے جو تمہارے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہیں! اس نے تمہارے لیے چوپائے پیدا کیے جن میں کچھ تمہاری سواری کے کام آتے ہیں اور بعض سے تم اپنی غذا کی ضروریات پوری کرتے ہو، علاوہ بریں تمہارے دوسرے بہت سے مفاد بھی ان سے وابستہ ہیں۔ ان کو خالق نے ایسا بنایا ہے کہ ان پر سوار ہو کر تم اپنی مہمات کے لیے نکلتے ہو اور اپنے منصوبے بروئے کار لاتے ہو! یہ اشارہ اونٹ کی طرف ہے جو اہل عرب کے لیے ان کے صحرائی سفینہ کی منزلت میں تھا۔ فرمایا کہ تم اپنے صحرائی طویل سفر میں ان پر سوار ہوتے ہو اور اسی طرح سمندر میں کشتیوں سے سفر کرتے ہو اور فرمایا کہ کیا یہ سب خدا کی نشانیاں نہیں ہیں! آخر کن کن نشانیوں کا انکار کرو گے! مطلب یہ ہے کہ غور کرو کہ جس پروردگار نے تمہاری ضروریات کا یہ کچھ اہتمام کیا ہے کیا وہ تمہیں لیں ہی چھوڑے رکھے گا، ان نعمتوں کی بابت تم سے کوئی پرسش نہیں کرے گا! اگر اس کا جواب اثبات میں ہے تو اسی کی دعوت تم کو پیغمبر رہا ہے۔ پھر اس کی تکذیب کے لیے یہ کیا بہانہ تم نے تلاش کیا ہے کہ وہ تمہیں کوئی نشانی عذاب نہیں دکھارہا ہے! نشانیوں کی کمی تو نہیں ہے لیکن تمہارے پاس نشانیوں کو دیکھنے والی آنکھیں نہیں ہیں۔

أَفَلَمْ يَبْهَرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ حُورًا وَأَنَادُوا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَعْنَىٰ عَنْهُمْ ۖ يَا كَاذِبًا أَكْثَرُونَ (۵۲)

یہ عذاب کا مطالبہ کرنے والوں کو پچھلی قوموں کی تاریخ کی طرف توجہ دلائی کہ اگر خدا کی ربوبیت کے آثار ان کو نظر نہیں آتے تو کیا انہوں نے اپنے ملک کی بھی سیاحت نہیں کی کہ دیکھتے کہ ان سے پہلے کی ان قوموں کا کیا انجام ہو چکا ہے جنہوں نے رسولوں کی تکذیب کی، اگرچہ وہ اپنی قوت و جمعیت کا اعتبار سے ان سے کہیں زیادہ طاقتور اور اپنے تمدنی و تعمیری کارناموں کے لحاظ سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھیں لیکن جب اللہ کا عذاب آیا تو ان چیزوں میں سے کوئی چیز بھی ان کے کام آنے والی نہ بنی جن کا اندوختہ وہ فراہم کرتے رہے تھے۔

لفظاً آثار کا تعلق اکثر سے ہے۔ یہ عباد و قوموں کے ان تعمیری آثار کی طرف اشارہ ہے جن کا ذکر قرآن کے دوسرے مقامات میں ہو چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ جب قوم اخلاقی زوال میں مبتلا ہو جاتی ہے تو مجر د اپنی عددی اکثریت اور اپنے تمدنی آثار کے بل پر زندہ نہیں رہ سکتی۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ رَسُولُهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ (۸۳)

فرمایا کہ جب اللہ کے رسول ان قوموں کے پاس توحید، آخرت، اور جزا و سزا کی نہایت کھلی کھلی دیلیں گے تو انہوں نے ان کی باتوں کا مذاق اڑایا اور اپنے علم پر نازاں رہے۔ بالآخر اس عذاب نے ان کو گھیر لیا جس کا وہ مذاق اڑاتے تھے۔ یعنی اپنے تھوڑے سے علم کو اپنی تنگ ظرفی کے سبب، سہ انہوں نے بہت بڑی چیز سمجھا اور یہ خیال کر لیا کہ جو کچھ وہ دیکھتے ہیں وہ دنیا کی اتنی ہی ہے۔ وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ ع

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

فَلَمَّا رَأَوْا يَا سَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدَاةً وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ۝  
فَلَمْ يَكُنْ لَكُمْ فَيْدٌ يَنْفَعُهُمْ إِيمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا يَا سَنَا ۝ سُنَّتِ اللَّهُ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۝  
وَخَسِرْتُمْ يَوْمَ الْكَافِرُونَ (۸۴-۸۵)

یعنی رسولوں کے دلائل سے تو وہ نہیں مانے لیکن جب انہوں نے اللہ کا عذاب دیکھ لیا تب وہ پکار اٹھے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جن چیزوں کو اب تک خدا کا شریک گردانتے رہے تھے، ان کا ہم نے انکار کیا! فرمایا کہ ان کا یہ ایمان جو وہ عذاب دیکھ چکے کے بعد لائے، ان کے لیے کچھ نفع دینے والا نہیں بنا بلکہ عذاب نے ان کو پامال کر کے رکھ دیا۔ ایمان معتبر وہ ہے جو عذاب دیکھنے سے پہلے دلائل کی روشنی میں لایا جائے۔ اگر اس کا وقت گزر گیا اور عذاب کی گھڑی سر پر آگئی تو اس وقت کا ایمان بالکل بے سود ہوتا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہمیشہ سے اس کے بندوں میں جاری رہی ہے۔ جب عذاب آجاتا ہے تو اس وقت اس کا انکار کرنے والے

لازمًا نامراد ہو کے رہتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ترفیق سے ان سطور پر اس سورہ کی تفسیر تمام ہوئی۔ نَاَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

لاہور

۲۶۔ اگست، ۱۹۷۵ء

۱۹۔ شعبان ۱۳۹۵ھ